آل انڈیا سُنی تبلیغی جماعت کا ترجمان

بظلِ عاطفت سرکار مفتیٔ اعظم ہند بریلی شریف

بیادگار سلطان الہند عطار رسول خواجۂ خواجگان
خواجہ غریب نواز اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
زیر سرپرستی سلطان المناظرین حضرت مولانا رفاقت حسین صاحب قبلہ
مفتی اعظم کانپور سربراہ اعلیٰ آل انڈیا سنی تبلیغی جماعت
بظل حمایت حاجی بُدّن صاحب رضوی سنڈرگڑھ حاجی محمد سعید صاحب رضوی یاسنی
سعین بابو رئیس راجگانگپور، چودھری محمد علی صاحب مکرانہ، حافظ احمد رسول خاں صاحب
حاجی خلیل احمد صاحب بمسر جناب واجد حسین صاحب رضوی جھریا

شمارہ ۱۲	ماہ دسمبر ۱۹۷۹ء	جلد ۳۴

○

اس دائرہ کا سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کا زر تعاون ختم ہو چکا ہے۔
——— منیجر

قیمت سالانہ ۱۶ روپے
فی پرچہ ۱۔۵۰

ترسیل زر اور خط و کتابت کا پتہ:
منیجر دفتر پاسبان، الہ آباد

انوار احمد نظامی پروپرائٹر اینڈ پرنٹر و پبلشر نے تاج آفسٹ پریس الہ آباد سے چھپوا کر دفتر پاسبان، الہ آباد سے شائع کیا۔

مشتاق احمد نظامی

شذرات

شیموگہ کیس
واقعات وحقائق کے بے غبار آئینے میں

آتی نہ بڑھاپا کی داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

مناظرہ ہونے سے پہلے مناظرہ جیتنے کا پوسٹر شائع کرنا یہ وہابیوں دیوبندیوں کا بہت پرانا دستور ہے جس روز کانپور کا مناظرہ ہونے والا تھا ٹھیک اسی روز کانپور کے ہفت روزہ اخبار کی پیکنگ ہو رہی تھی۔ جس کی سرخی یہ تھی کہ "رضاخانی ہار گئے" "رضاخانیوں کا منہ کالا" وغیرہ وغیرہ، مناظرہ ہونے سے پہلے اخبار میں جیتنے کی خبر چھپ گئی۔ ایسے ہی بہادروں کو "تیس مار خاں" کہا جاتا ہے۔

اسی طرح ابھی حال کا واقعہ ہے کہ بھیونڈی کا مناظرہ ہوا نہیں تھا لیکن شرائط مناظرہ کو روداد مناظرہ کے نام شائع کر دیا اور مناظرہ کے نام کی جو اصل بھٹک ہوئی اس کی روداد شائع کرنے میں کلیجے کا خون پانی ہو گیا۔ اس پہ طرفہ تماشہ یہ کہ معاملہ جہاں کا ہو گا پوسٹر و اخبار وہاں تقسیم نہیں ہوتے۔ بات کہیں کی ہوتی ہے اور پوسٹر کہیں تقسیم ہوتے ہیں۔ چنانچہ ابھی ایک برس پہلے بنارس میں سہ روزہ مناظرہ ہوا مگر فتح مبین کا پوسٹر بنارس سے باہر تقسیم کیا گیا۔ چونکہ مقامی لوگ حالات سے آشنا ہوتے ہیں۔ اس لئے ایسے پوسٹر و اخبارات کو مقامی لوگ در خور اعتنا نہیں سمجھتے، منہ تک نہیں لگاتے۔ لہٰذا اپنی شکست و ہزیمت کو فتح و نصرت کا حسین لباس پہنا کر دور دراز مقامات میں اسے ایک نئی نویلی دولہن کی طرح گلی گلی گھماتے پھرتے ہیں .... کچھ یہی حال شیموگہ کیس کا ہے۔ بات شیموگہ کی ہے اور داویلا پورے ملک میں۔

جب کہ صورت حال یہ ہے۔ کہ کیس لور کوٹ میں ہمارے خلاف ہوا۔ اور سیشن کورٹ میں اپیل دائر ہے۔ ذرا کوئی ہمارے کلیجے کی طاقت دیکھے کہ دیوبندیوں کے مقابل نہ جانے ہم کتنے کیس جیتے ہوئے ہیں۔ بعدرسہ ضلع فیض آباد، بنگلور سٹی، کبر دیج ضلع پنچ محل، ٹنکاریہ ضلع بھڑوچ وغیرہ ۔ یہ ایسے کیس ہیں جس کے خلاف نہ کوئی اپیل دائر ہوئی اور نہ پہلے فیصلے کے خلاف کوئی فیصلہ۔ گویا یہ ایسے مقدمات ہیں جس میں اہل سنت وجماعت نے دیوبندیت کے تابوت میں اپنی فتح ونصرت کی آخری کیل ٹھونک دی۔ اگر اس طرح کے پوسٹر آپ دیکھنا چاہتے ہیں تو درج ذیل پتے سے طلب فرمائیں۔

پتہ :۔ عبدالوحید محبوبی سنی بڑی مسجد ۱۶۶۔ ایم آزاد روڈ مدنپورہ بمبئی ۸

اس کے باوجود ہماری خاموشی کا یہ عالم کہ نہ کوئی ہنگامہ اور نہ شور وغوغا ؎

کہہ رہا ہے موج دریا سے سمندر کا سکوت
جس میں جتنا ظرف ہے اتنا ہی وہ خاموش ہے

اس سلسلہ میں ہم کچھ لکھنا نہیں چاہتے تھے ۔ لیکن دیوبندیوں کی سازش سے مجھ پر جو مقدمہ چل رہا ہے ۔ اس سلسلہ میں بمبئی جانا ہوا تو معلوم ہوا کہ شیموگہ کیس سے متعلق ایسے اخبارات و پوسٹر جو بے بنیاد جھوٹ اور گمراہ کن غلط پروپیگنڈوں سے بھرے ہیں۔ وہ بمبئی و بھیونڈی وغیرہ میں تقسیم اور فروخت کئے جارہے ہیں۔ سنیوں کے عام تقاضے کی بنیاد پر ایک پوسٹر "رضا اکیڈمی" کے زیر اہتمام شائع ہونے والا تھا۔ جس میں شیموگہ کیس کی اصل حقیقت اور دیوبندیوں کے دجل و فریب کے کچھ خد و خال نظر آئیں گے ۔ اس پوسٹر کو مذکورہ بالا پتہ سے حاصل کریں ۔

فرض شناسی ۔ پوری سنی برادری کو اس کا اعتراف و یقین کرنا چاہئے کہ شیموگہ کیس تنہا عزیز گرامی خطیب ملت مولانا منصور علی خاں کا نہیں ہے بلکہ پوری دنیائے سنیت کو یکساں طور پر دلچسپی لینی چاہئے ۔ اور اب اس سلسلہ میں سنیوں کی طرف سے ازالہ غلط فہمی کے تحت جس قدر بھی پوسٹر شائع کئے جائیں ۔ ملک کی تمام سنی انجمنوں کو رضاکارانہ طور پر اپنی اپنی طرف سے شائع کرکے اپنی جماعتی زندگی کا ثبوت دینا چاہئے ۔ اور پوسٹر کی کم از کم پانچ کاپیاں حسب ذیل پتے پر روانہ کی جائیں

پتہ :۔ آفس آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء ۱۵۰ ایم آزاد روڈ بمبئی ۸ ۔

مرحبا صد مرحبا ! قابل صد مبارک باد ہو شیموگہ کے شیر دل و جواں ہمت سنیو ! کہ تم اپنے اتحاد و اتفاق کی بدولت شیموگہ کیس میں سیسہ پگھلائی دیوار ثابت ہوئے ۔ تم نے اپنا سب کچھ دیا مگر مسلک و عقیدے پر آنچ نہیں آنے دیا۔ حالات کے سنگین سے سنگین موڑ پر بھی تم نے مسلک کی آبرو کا نیلام نہیں کیا۔ بادل گرجے، بجلیاں تڑپیں، آندھیاں چلیں، طوفان اٹھے، سب نے اپنا اپنا رخ بدل دیا مگر آفریں صد آفریں اے فرض شناس سنیو ! تم نے اپنا سمت سفر نہیں بدلا ۔ مجھے تم سے یہی امید تھی اور اب دل گواہی دیتا ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ آخری فتح تمہاری ہے ۔ اور یہ سہرا تمہارے ہی سر بندھے گا ۔

تمہیں اس کا یقین رکھنا چاہئے کہ حق کبھی ہارتا نہیں ۔ اگرچہ ایک دنیا نے میرے حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خون میں شرابور دیکھا ہے مگر پھر بھی حق نگر، حق پسند، حق گو اور انصاف پرور دنیا نے "جیت" کا سہرا "حسین" ہی کے سر باندھا ہے ۔ آج تم بھی یزیدیت کے نرغے میں ہو ۔ اور "اقبال" تمہیں دور سے آواز دے رہا ہے ۔ ع

آگ ہے اولاد ابراہیم ہے نمرود ہے
کیا کسی کو پھر کسی کا امتحاں مقصود ہے

میں تمہیں ثبات قدمی کی دعائیں دیتا ہوں ۔ گھبراؤ نہیں ۔ ملک کے کروڑوں سنی تمہارے ساتھ ہیں ۔ میں بظاہر دور ہوں ۔ مگر میرا دل تم سے بہت قریب ہے "آدم پاشاہ" اپنی جماعت کے مرد مجاہد ہیں ۔ تم میں سے جو بھی ان سے ملے میری طرف سے مبارک باد دینا ۔

میں اپنی شدید علالت کے وقت ان چند سطروں کو لکھ رہا ہوں ۔ انشاء اللہ تعالیٰ بشرط زندگی و صحت اگلا اداریہ بہت ہی مفصل اور مکمل ہوگا ۔ "ماہنامہ پاسبان" آپ کی آواز ہے ۔ آپ کا نمائندہ اور ترجمان ہے ۔ اسے ہر جگہ پھیلائیے ۔ تاکہ آپ کی آواز ہر جگہ پہنچ سکے ۔ اس کا یقین رکھئے ماہنامہ پاسبان کسی بھی موڑ پر آپ کو یکہ و تنہا نہیں چھوڑے گا ۔

حضرت علامہ مفتی محمد مطیع الرحمن صاحب پورنوی

قربانی اور اس کا پس منظر

اسلامی تقریبات ملکی یا قومی ڈے یا دوسرے مذاہب کے تہواروں کی طرح نہیں ۔ جن میں انسانوں کی ناقص عقلوں اور ان کی نفسانی خواہشات کو مکمل چھوٹ دی گئی ہو کہ وہ جس طرح مناسب سمجھیں منائیں اور عیش وطرب کے جو طریقے چاہیں اپنائیں بلکہ عبادات ہیں ۔ جن کا حاصل تقویٰ وطہارت قلب ونظر کی پاکیزگی، دیدہ ودل کی تطہیر، خدا کی اطاعت وفرماں برداری اور اس کے حکم کی تعمیل ہے ۔

عید اضحیٰ اسلام کی ایک بڑی تقریب اور عظیم یادگار ہے اس کے مراسم پر نگاہ ڈالئے تو اندازہ ہوگا کہ ان میں تہذیب وشائستگی، تقویٰ وطہارت اور اخلاقی قدریں کس قدر کوٹ کوٹ کر بھر دی گئی ہیں کہ ان سے زیادہ کا تصور بھی نہیں ہو سکتا ۔

مسلمانوں کو حکم ہے کہ صبح کے وقت غسل کرکے حسب حیثیت عمدہ سے عمدہ لباس پہنیں تاکہ ظاہر کی درستگی باطن کی غماز ہو ۔ راستے میں تکبیر تشریق - اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ ۔ بلند آواز سے پڑھتے ہوئے چلیں ۔ تاکہ گلی کوچہ محلہ بازار خدا کی کبریائی کے نعرہ سے گونج اٹھے اور سننے والوں کے دلوں میں اس کی رفعت وعظمت اور ہیبت وجلال کی شمع فروزاں ہو ۔

مسجد کے بجائے آبادی سے باہر عیدگاہ میں نماز پڑھیں تاکہ بڑے سے بڑا مجمع ہو سکے اور اسلامی وحدت واجتماعی قوت کا مظاہرہ ہو ۔ ____ نماز کے بعد ایک دوسرے سے مصافحہ ومعانقہ کریں تاکہ اخوت ومحبت کی فضا پیدا ہو اور ہمدردیوں کے جذبات بیدار ہوں ۔ جن راستوں سے عیدگاہ آئے تھے ان کے برخلاف دوسرے راستوں سے تکبیر پڑھتے ہوئے واپس ہوں تاکہ اسلامی آبادی کا کوئی حصہ

منقبت

محمد مطیع الرحمن پورنوی

فاطمہ زہرا کے پیارے ہیں حسین — چشم احمد کے ستارے ہیں حسین
انتہائے جور کے ایام بھی — تم نے ہنس ہنس کر گذارے ہیں حسین
تم اگر چاہو تو بن جائیں چمن — دہر میں جتنے شرارے ہیں حسین
کربلا کی خاک کے ذرات بھی — قدر وقیمت میں ستارے ہیں حسین
عاصی گم کردہ منزل ہی سہی — ہم بہر صورت تمہارے ہیں حسین
بے سہارا ہی سہی مضطر مگر — بے سہاروں کے سہارے ہیں حسین

مسلمانوں کی شان و شوکت اور خدا کی عظمت و کبریائی کی گونج سے خالی نہ رہ جائے۔ اہل استطاعت عمدہ سے عمدہ جانوروں کی قربانی کریں۔ اور خدا کے نام پر خون بہائیں۔ تاکہ فاخرہ لباس کی نمود اور ظاہری شوکت کی نمائش غرور و تکبر نہ پیدا کرنے پائے اور مسلمانوں کا ہر ہر قدم لہو لعب اور عیش و طرب کے بجائے خدا کی خوشنودی اور رضا جوئی اور ہزاروں سال پہلے کی اس عظیم یادگار کو تازہ کرنے کے لئے اٹھے جو فدائیت و جاں نثاری کا شاہکار اور عشق محبت کی حسین ترین داستان ہے۔

ایک مقدس شخصیت، ایک معصوم ذات جس نے اولاد کی تمنا میں ساری عمر کاٹ دی تھی۔ دعاو مناجات میں رو رو کر پوری زندگی گذار دی تھی۔ راتوں کو اٹھ اٹھ کر سجدوں کی نذریں پیش کی تھیں۔ اور بھیگی پلکوں کے سایہ میں خدا سے درخواست کی تھی قادر مطلق! ایک ولد صالح عطا فرما ——— دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی دعا اخیر عمر میں جاکر قبول ہوئی اور چمن زار تمناؤں بہاریں مسکرائیں ——— اور

——— اور جب ولد صالح کی دولت عطا ہوئی تو ایک دن وہی باپ اپنی آرزوں کے مرکز، امیدوں کے حاصل اور ارمانوں کے پیکر سے مکہ کی بے آب و گیاہ سرزمین اور چٹیل میدان میں مشورہ طلب کر رہا تھا۔ جان پدر! ہم رضا الٰہی کے خاطر تمہیں ذبح کرنا چاہتے ہیں۔ تمہاری کیا رائے ہے؟۔

سعادت مند بیٹے نے باپ کی زبانی رب کا پیغام سنا تو گردن جھکا دی اور کہا۔ ابا جان؟ اگر رب کی مرضی یہی ہے تو۔ بسم اللہ۔ میری یہی ایک زندگی کیا؟ اگر کروڑوں زندگیاں بھی ہوں تو اس کی رضا میں حاضر ہیں ——— پھر دیکھنے والی نگاہوں نے دیکھا کہ ایک طرف باپ اپنے جذبات، اپنی تمنا اور اپنے ارمانوں کی بھینٹ چڑھا رہا ہے۔ تو دوسری طرف سعادت مند بیٹا، اپنی حیات اپنی زیست اور اپنی زندگی کی قربانی پیش کر رہا ہے ——— اللہ اکبر! کیسی تھی یہ فدائیت اور کیسا تھا یہ ایثار، کیسی تھی یہ جاں نثاری اور کیسا تھا یہ قربانی کا لافانی شاہکار کہ دن رات ڈھلتے رہے، وقت کا کلنڈر بدلتا رہا۔ صدیاں بیتی گئیں۔ اور ہزاروں سال کا طویل ترین زمانہ گذر گیا۔ اس درمیان نہ جانے کتنے انقلابات آئے۔ نہ جانے کتنی تاریخیں بنیں۔ اور مٹیں کتنی یادگاریں قائم ہوئیں اور ختم ہو گئیں کتنے واقعات سطح کائنات پر ابھرے اور ڈوب گئے۔ لیکن زمانہ کا کوئی انقلاب، تاریخ کی کوئی تبدیلی تغیر و تبدل کا کوئی اثر ایثار و قربانی کی اس محکم حقیقت کو مٹا نہ سکا۔ ہزاروں سال بیت جانے کے بعد بھی ہر سال ایسا لگتا ہے جیسے کل ہی کا یہ واقعہ ہے ———

——— اور ہزاروں سال ہی نہیں لاکھوں کروڑوں سال بیت جانے پر بھی ایسا لگے گا۔ کیونکہ قربانی کی اس عظیم اور بے مثال یادگار میں حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السّلام کے جذبات کی سچائی۔ قلب کا خلوص، دلوں کی صداقت، احساسا کی للٰہیت اور فکر و نظر کا انتہائی ایثار شامل تھا ———

——— پس ہر سال لاکھوں جانوروں کی یہ قربانیاں کیا یونہی محض نمود و نمائش اور نام آوری کے لئے ہیں؟

کیا مقدس باپ بیٹے نے ایوان وفا میں خون دل سے نقش و نگار اس لئے بنائے تھے کہ صرف گوشت کھانے کی خاطر جانوروں کا خون بہایا جائے؟ ——— یا یہ خدا کی خوشنودی و رضا جوئی اور اس کے حکم کی تعمیل، جذبات و خواہشا مال و متاع، حتی کہ جان عزیز تک قربانی کر دینے کی حسن تمہید اور آغاز باب ہے ——— لن ینال اللہ لحومہا ولا دماءھا ولکن تنالہ التقویٰ منکم۔

خدا کے ہاں محض خون بہانے اور گوشت و پوست کی کوئی وقعت نہیں۔ ہاں تقویٰ کی قدر و منزلت ہے ——— پس! کیا ہم واقعی اس نقطہ نظر سے قربانی کرتے ہیں؟ اور کیا ہماری قربانیاں اس لافانی یادگار کی سچی تصویریں ہیں؟ ہمیں ٹھنڈے دل سے سوچنا اور اس پر غور کرنا چاہئے؟

جناب اقبال دانش الہ آبادی

نعتِ پاک

رحمتِ کبریا حسنِ شام و سحر شاہ کون و مکاں فخر جن و بشر

عارضِ پاک پر نور قربان ہے مصحف مصطفٰے حسن قرآن ہے
رنگ رخسار تو خلد کی جان ہے ہے یہ آواز عالم کہ تو حق نگر
شاہ کون و مکاں فخر جن و بشر

گفتگو کے ہر اک لفظ گوہر بنیں زندگی و اجل کے مقدر بنیں
جوئے زمزم کہیں آب کوثر بنیں شکر نیرے کبھی بولے ہیں اک لفظ پر
شاہ کون و مکاں فخر جن و بشر

گیسوئے عنبریں نکہت گلستاں بوئے زلف حسیں مشک و عنبر کی جاں
جس سے مہکی ہے یہ بزم کون و مکاں ہیں معطر مدینے کی سب رہگزر
شاہ کون و مکاں فخر جن و بشر

لب ہیں معصوم کلیوں کی رنگت لئے اک حدیث کلام محبت لئے
ہر تبسم ہیں پیغام امت لئے ہیں وہ دندان اقدس کہ جیسے گہر
شاہ کون و مکاں فخر جن و بشر

موم ہو جائے پتھر وہ آواز ہے کالی کملی شفاعت کی غماز ہے
پیرہن میں عبادت کا انداز ہے سر پہ تاج نبوت ضیائے سحر
شاہ کون و مکاں فخر جن و بشر

زینت عرش نعلین شاہ امم بن گئے ہیں ستارے نقوش قدم
نقش پا شاہد رازِ لوح و قلم کہہ رہے ہیں ضیا ربار شمس و قمر
شاہ کون و مکاں فخر جن و بشر

ارض طیبہ پہ پھوٹی کرن نور کی ماند پڑ جائے ہے روشنی طور کی
جھک گئی ہے جبیں وقت مغرور کی آ گئے آج دانش، شفیع البشر
شاہ کون و مکاں فخر جن و بشر

حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نام نامی اسم گرامی حضرت علی تھا۔ زین العابدین لقب اور ابوالحسن کنیت تھی۔ آپ کی ولادت باسعادت ۵ شعبان المعظم ۳۸ھ کو ہوئی۔ آپ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ آپ کی والدہ محترمہ کا نام حضرت شہر بانو رضی اللہ عنہا تھا۔ جو شاہ فارس کی صاحبزادی تھیں۔ جنہوں نے آپ کی ولادت کے موقع پر چالیس لونڈیوں کو آزاد کر دیا تھا۔

تعلیم و تربیت

ماں کی آغوش ہی بچے کی اولین تربیت گاہ ہوتی ہے اسی کی شفقت و محبت بھری گود میں رہ کر بچہ اپنی زندگی کے ابتدائی مراحل طے کرتا ہے۔ مگر ایک ایسے بچے کی تعلیم و تربیت کیا ہوگی۔ جس کے آنکھ کھولتے ہی ماں کا سایہ اٹھ گیا ہو۔ اور عہد شباب میں قدم رکھتے ہی باپ کا سہارا بھی ختم ہو جائے۔ ظاہر ہے کہ ایسے حالات میں بچے کی تعلیم و تربیت کیا ہو سکے گی مگر نہیں۔ جب خود معلم حقیقی کو کسی کی اصلاح اور تربیت مقصود ہوتی ہے تو اس کے لئے ظاہری اسباب اور ذرائع کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ع

یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے جس نے اسمٰعیل کو آداب فرزندی

آپ بچپن ہی سے بہت سعادت مند، اطاعت شعار اور فرماں بردار تھے۔ طلب علم کا اس قدر شوق تھا کہ دس سال کی عمر شریف سے ہی حصول علم کے لئے مسجد نبوی میں جاتے اپنے والد بزرگوار اور دیگر صحابۂ کرام کی علمی و ادبی محفل میں شریک ہوتے۔ قرآن و حدیث کی تشریح سنتے اس کے علاوہ بھی حصول علم کے لئے دیگر درسگاہوں میں جاتے اور علم حاصل کرتے۔ گویا جہاں سے بھی علم ملتا حاصل کر لیتے۔

اسی زمانہ میں ایک تابعی غلام حضرت زید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ جو مسجد نبوی میں درس تدریس کا کام انجام دیتے تھے۔ انہیں فن فقہ میں کامل دسترس حاصل تھی۔ آپ ان کی علمی مجلسوں میں بھی شریک ہوتے اور علم حاصل کرتے۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ نافع بن جبیر نے آپ سے کہا۔ "مجھے تم پر تعجب ہوتا ہے کہ ایک سید زادے ہو کر مخلوق میں افضل ہونے کے باوجود کیوں ایک غلام کی محفل میں جاتے ہو؟"

اب ان کے اس سوال کا دانشمندانہ جواب ملاحظہ فرمائیے آپ نے فرمایا نافع؟ علم کی کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ لہٰذا علم جہاں کہیں بھی مل سکے اس کو حاصل کرنے کے لئے جانا چاہئے یہ معقول جواب سن کر نافع خاموش رہ گئے۔ اور انہیں اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔ اس کم عمری میں

آپ کا یہ جواب آپ کی فہم و فراست اور عقل و شعور کا بہترین نمونہ پیش کرتا ہے۔

صبر و استقلال

ابھی آپ کی عمر شریف صرف بائیس سال کی ہوئی تھی کہ واقعۂ کربلا پیش آیا۔ اس وقت آپ اسہال اور تپ کے سبب بے حد نحیف اور لاغر ہو گئے تھے۔ چہرہ زرد پڑ گیا تھا چلنے میں قدم ڈگمگاتے تھے۔ مگر شوق شہادت میں بار بار میدان جنگ میں جانے کا عزم کرتے۔ جنگ ختم ہونے کے بعد اہل بیت اطہار کا جلتا ہوا تاراج قافلہ کربلا سے کوفہ اور پھر وہاں سے دمشق کو روانہ ہوا۔ اس میں مردوں میں صرف آپ باقی رہ گئے تھے۔

میدان کربلا میں آپ نے اپنی آنکھوں کے سامنے والد بزرگوار، چچا جان اور دیگر عزیز و اقارب کو بے دردی کے ساتھ تہ تیغ ہوتے ہوئے دیکھا۔ اتنا ہی نہیں بلکہ جنگ ختم ہونے کے باوجود ضعف اور ناتوانی کے ظالم یزیدوں نے آپ کو اونٹ کی ننگی پیٹھ پر بٹھایا۔ ہاتھوں میں زنجیریں اور پیروں میں بیڑیاں ڈال کر کربلا سے کوفہ اور وہاں سے دمشق لائے۔

آپ نے راستہ میں ہر طرح کے مصائب برداشت کئے مگر آفریں ہے اس بلند ترین ہستی کے صبر و استقلال پر کہ قیامت خیز مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھتے اور خود ہر طرح کے مصائب و آلام برداشت کرنے کے باوجود سر اطاعت خم نہ کیا۔ اور مشیت ایزدی پر صابر و شاکر رہے۔ جبر و استبداد آمریت اور ملحدانہ عقائد کی مخالفت کرتے رہے۔ اور سب کچھ لٹ جانے کے باوجود بھی یقین کی اس انتہائی منزل پر فائز رہے کہ پائے ثبات کو ذرا بھی لغزش نہ ہوئی۔ اور آخری وقت تک اس ملحد و بے دین کی بیعت کو تسلیم نہ کیا۔

دنیا آپ کی جان کا غم برداشت نہیں کر پائی لیکن وہاں اکیلی جان پر بہتیرے کا غم اٹھائے ہوئے ہیں اور چہرے پر فکر و پریشانی کے آثار تک نہیں۔ گھر والوں کا سر کٹنا برداشت کر لیا۔ عفت مآب خواتین کے ننگے سر بازار گھومنا گوارہ کر لیا خود اپنی جان پر ہر طرح کے رنج و غم برداشت کر لئے صرف اسلام کی بقا اور سلامتی کے لئے کیا اپنے دھرم پر مر مٹنے کا دنیا اس سے بڑھ کر کوئی ثبوت پیش کر سکتی ہے۔؟

کیا ان تمام قربانیوں کے باوجود یہ کہا جا سکتا ہے کہ آپ کے والد بزرگوار حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا یہ اقدام جاہ و حشمت اور دولت و ثروت کے لئے تھا۔؟

یا اس چمن کی آبیاری مقصود تھی جس کو ان کے جد امجد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں سے لگایا تھا۔؟

ہر بالغ نظر اور بیدار مغز اس کا فیصلہ کر سکتا ہے۔

آپ نے اپنی مرضی، اپنے ارادے اور اپنی ذات کو اپنے معبود برحق کی مرضی میں فنا کر دیا تھا۔ اور یہی وہ مقام ہے جہاں پر پہنچ کر انسان دنیا کے مصائب و آلام اور درد و غم کو ہنستے کھیلتے برداشت کر لیتا ہے۔ کیونکہ پھر نہ تو اس کی مرضی رہ جاتی ہے اور نہ اپنی خواہش۔ وہ تو اس کی مرضی کو عین اپنی مرضی سمجھنے لگتا ہے اور جب انسان کے اعتقاد میں اتنی پختگی آ جاتی ہے کہ ہر کام کو اسی کی خواہش اور مرضی سے تعبیر کرنے لگتا ہے، تو پھر وہاں رنج و غم، حزن و ملال اور فکر و پریشانی کا گذر کہاں اور وہ مقام رضا تھا جس پر حضرت امام ہمام علی بن حسین رضی اللہ عنہما فائز تھے۔ انہیں قدسی صفات کے لئے اللہ تعالٰے ارشاد فرماتا ہے۔

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝

اخلاق و عادات

آپ بہت ہی بردبار اور متحمل مزاج تھے۔ کوئی کتنی ہی سخت سے سخت بات کیوں نہ کہہ دے مگر آپ سن کر خاموش رہ جاتے تھے۔ حتیٰ کہ کہنے والا خود اپنی حرکت پہ نادم و شرمندہ ہو کر معافی کا طالب ہوتا۔ اور کوئی ایذا پہنچاتا تو آپ صبر کر لیتے دوسروں کی خطاؤں کو درگذر فرماتے مگر انتقام کسی سے نہ لیتے۔ ہشام اہلبیت کا جانی دشمن تھا۔ وہ آپ کو ایذائیں

پہنچاتا، علانیہ آپ کے جد امجد کو گالیاں دیتا۔ مگر آپ صبر فرماتے
ایک بار ولید بن عبدالملک نے اس پر ناراض ہو کر اسے معزول کر
دیا اور حکم دے دیا کہ اسے بھرے مجمع میں کھڑا کیا جائے تاکہ وہ
لوگ جن کو اس نے ستایا ہے۔ اس سے بدلہ لیں۔ مگر اس
وقت بھی آپ نے بدلہ نہ لیا اور اپنے صاحبزادوں کو بھی بدلہ
نہ لینے کی تاکید کی۔

آپ غریبوں اور مسکینوں کا بے حد خیال رکھتے تھے رات
کے تاریک سناٹے میں بھیس بدل کر نکلتے، لوگوں کی خبر گیری
کرتے اور ہر ممکن امداد کرتے، کبھی کوئی سائل آپ کے در
اقدس سے خالی نہیں لوٹتا خود اٹھ کر سائل کو دیتے اور فرماتے تھے
کہ "صدقات سائل کے ہاتھوں میں جانے سے قبل اللہ پاک کے
ہاتھ میں جاتے ہیں"۔

آپ بے حد رقیق القلب اور نرم دل تھے۔ جانوروں
تک کو نہ مارتے اور نہ جھڑکتے تھے۔ ہر ایک سے خندہ پیشانی
سے ملتے، اچھے کاموں کی تعلیم دیتے اور برے کاموں سے
منع کرتے اور فرماتے۔ یہ کام سب سے ضروری ہے۔ جس
نے اس کام سے غفلت اور بے توجہی کی اس نے کتاب اللہ
سے غفلت کی۔

مہمان نوازی کا آپ کو بے حد شوق تھا۔ غریبوں اور
مسکینوں کو کھانا کھلانا آپ کا معمول بن گیا تھا۔ میزبانی کے فرائض
خود انجام دیتے تھے۔ غلاموں کے ساتھ آپ کا برتاؤ بڑا مخلصانہ
اور ہمدردانہ ہوا کرتا تھا۔ آپ صرف چند دنوں کے لئے غلام رکھتے
تھے۔ اس کے بعد آزاد کر دیتے ــــ ایک سال سے زائد
کوئی خدمت گار آپ کی خدمت میں نہیں رہتا تھا۔ اس سے قبل
ہی آپ آزاد کر دیا کرتے غلاموں کی غلطیوں اور خطاؤں کو ہمیشہ
درگذر کر دیا کرتے تھے۔

آپ کے انہیں اوصاف کے سبب لوگ آپ کی بے حد
تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ اور بڑی ہی محبت سے پیش آتے تھے
جس طرف سے آپ گذر جاتے لوگ دیکھتے ہی ادب و احترام سے کنارے
ہو جاتے اور آپ کو راستہ دے دیتے۔

عبادت وریاضت

آپ بہت ہی عبادت گذار متقی اور پرہیزگار تھے کثرت عبادت کے سبب
ہی آپ زین العابدین کے لقب سے پکارے گئے۔ کبھی سفر
میں بھی آپ کی تہجد کی نماز قضا نہ ہوتی۔ رات دن میں ہزار ہزار
رکعتیں نماز ادا فرماتے۔

مسلسل عبادت کرنے کے سبب آپ کا جسم بہت ہی
نحیف دلاغر ہو گیا تھا۔ آنکھوں کے نیچے گڈھے پڑ گئے تھے۔
جب آپ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو تمام بدن خوف خداوندی
سے کانپنے لگتا اور نماز میں اتنی گریہ درازی فرماتے کہ
آپ کے تمام کپڑے بھیگ جاتے ــــ اور اس وقت
اتنی محویت اور بے خودی ہوتی کہ دنیا و مافیہا کا کچھ علم
نہ ہوتا۔

کشف وکرامت

دیگر فضائل کے علاوہ آپ سے کرامت کا بھی ظہور ہوا
ہے۔ حضرت امام زہری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے
سیدنا حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی سب سے
بڑی کرامت یہ دیکھی ہے کہ عبدالملک بن مروان نے جب
آپ کو قید خانہ میں ڈلوا دیا تو میں بغرض ملاقات ان کی خدمت
میں حاضر ہوا مجھے قید خانہ میں ان کی خستہ حالی کا دردناک منظر
دیکھ کر رونا آگیا۔ اور میں نے عرض کیا کہ اچھا ہوتا کہ آپ کی
جگہ میں قید ہوتا اور آپ کا یہ حال میں اپنی آنکھوں سے نہ دیکھتا۔

حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے
فرمایا۔ اے زہری کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں یہاں تکلیف میں ہوں
اگر میں چاہوں تو اس قید سے آزاد ہو سکتا ہوں۔ مگر یہ بات
یاد رہے کہ بندگان خدا کو کوئی قید نہیں کر سکتا۔ یہ تو محض
اس واسطے ہے کہ ہم اس عذاب کو دیکھ کر عذاب آخرت
کو یاد کریں۔ یہ فرما کر آپ نے فوراً پیروں سے بیڑیاں نکال دیں

اور غائب ہو گئے...... میں یہ محیر العقول ماجرا دیکھ کر محو حیرت رہ گیا۔

حق گوئی

آپ حق گو، بے باک اور نڈر تھے، بڑے سے بڑے ظالم و جابر حکمرانوں کے سامنے بھی حق گوئی سے باز نہ رہتے۔ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد شمر ذی الجوشن نے آپ کو شہید کر دینا چاہا مگر اس کے ایک ساتھی نے اسے اس کے ناپاک ارادے سے باز رکھا۔۔۔ جنگ ختم ہونے کے بعد جب آپ ابن زیاد کے سامنے پیش کیے گئے۔ تو اس نے پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟

آپ نے فرمایا۔ علی ۔۔۔ اس کے بعد پوچھا۔ کیا اللہ نے علی کو قتل نہیں کر دیا؟ آپ نے فرمایا۔۔۔ میرے ایک بھائی کا نام بھی علی تھا۔ انہیں لوگوں نے قتل کر دیا؟۔

ابن زیاد بدنہاد بول پڑا۔ لوگوں نے نہیں خدا نے قتل کیا۔۔۔ آپ نے اس کے جواب میں یہ آیتیں پڑھیں۔

اللہ یتوفی الانفس حین موتھا۔

ترجمہ۔ اللہ ہی نفوس کو ان کی موت کے وقت وفات دیتا ہے۔

وماکان لنفس ان تموت الا باذن اللہ۔

ترجمہ۔ اور کسی نفس کو بغیر خدا کے حکم کے مرنے کا اختیار نہیں۔

یہ معقول جواب سن کر ابن زیاد بولا۔ تم بھی انہیں میں سے ہو، یہ کہہ کر آپ کو قتل کرنے کا حکم دیدیا۔

ابن زیاد کا حکم سن کر آپ کی پھوپھی حضرت زینب رضی اللہ عنہا بے قرار ہو گئیں۔ اور بے اختیار حضرت عابد بیمار سے لپٹ گئیں۔ اور ابن زیاد سے فرمایا۔ ،، کیا ابھی تک ہمارے خون سے تمہاری پیاس نہیں بجھی ہے؟ کیا ہمارا کوئی بھی آمرا باقی نہیں رکھنا چاہتے ہو؟ اگر تم انہیں قتل کر کے ہمارا آخری چراغ بھی بجھا دینا چاہتے ہو تو پہلے مجھے قتل کر دو،،۔

لیکن حضرت عابد بیمار اس کے اس فیصلے سے ذرا بھی متوحش اور پریشان نہ ہوئے بلکہ بے خوف ہو کر کہا۔۔۔ اگر تم مجھے قتل ہی کرنا چاہتے ہو تو کم از کم کسی متقی اور پرہیزگار آدمی کو ان عفت مآب خواتین کے ہمراہ کر دو جو انہیں بحفاظت مدینہ تک پہنچا دے۔ آپ کے عزم و استقلال کو دیکھ کر ابن زیاد کے دل میں رحم آ گیا اور کچھ متوحش سا ہو گیا۔ سکتے کے عالم میں آپ کا منہ تکنے لگا۔ اور حکم دیا کہ انہیں عورتوں کے ساتھ رہنے کو چھوڑ دیا جائے۔

اس کے بعد ابن زیاد نے اہلبیت کے تاراج قافلے کو یزید کے پاس شام بھجوا دیا۔ وہاں پہنچ کر جب یزید کے سامنے آپ پیش ہوئے تو اس نے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے سر مبارک کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ جو کچھ تم دیکھ رہے ہو یہ اس کا نتیجہ ہے جو تمہارے باپ نے ہمارے ساتھ کیا ہے۔ آپ نے جواب دیا۔ ،، تم کو زمین میں اور اپنی جانوں میں جو مصیبتیں پہنچتی ہیں وہ سب ہی ہم نے ان کے پیدا کرنے سے قبل کتاب میں لکھ رکھی ہے۔ جو ہو کر رہتی ہے۔ یہ جواب سن کر یزید سے کچھ نہ بن پڑا تو اپنے بیٹے خالد سے کہا۔ اس کا جواب دو۔ مگر خالد بھی خاموش رہا۔ جب اس نے کوئی جواب نہ دیا تو خود بول پڑا۔ ” اور تم کو جو مصیبت پہونچتی ہے وہ تمہارے ہی اعمال کا نتیجہ ہے۔ اور اللہ بہت سوں کو معاف کر دیتا ہے ،،

غرض کہ حضرت سیدنا امام ہمام نے اس ظالم و جابر حکمرانوں کے سامنے بھی حق گوئی سے کام لیا اور اس کے سوالات کا بڑی جوانمردی اور دلیری سے جواب دیتے رہے۔ اس کے جاہ و جلال اور حکومت و امارت کی قطعاً پرواہ نہ کی۔ اور پرواہ بھی کیوں کرتے؟ اسی حق کے قیام اور باطل کے انہدام کے لئے تو آپ کے گھر والوں نے اپنا سر کٹایا تھا۔ اور انہیں کے خون سے کربلا کی زمین لالہ زار بن چکی تھی۔

کربلا کے سانحۂ عظیم کے بعد آپ کا دل شکستہ ہو گیا۔ دنیا اور اہل دنیا سے دل اچاٹ ہو گیا۔ اب نہ کسی سے کچھ غرض تھی نہ واسطہ صرف ذکر الٰہی سے کام تھا۔ سیاست سے بھی قطعی طور پر کنارہ کشی اختیار کر لی اور مدینے کے ایک دیہی علاقے ”عقیق“ چلے گئے۔ اور وہیں گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ ہمہ وقت عبادت الٰہی میں

معروف رہتے ۔ قرآن کریم کی تلاوت کرتے اور واقعات کربلا و آلام و مصائب کو یاد کر کے روتے اور بندگان خدا کی رشد و ہدایت کرتے ۔

اہل بیت کے تاراج قافلے کو مدینہ رخصت کرنے کے بعد بھی یزید کی انا کو تسکین نہ ملی تھی ۔ اس نے پھر اپنے فسق و فجور کا ننگا ناچ شروع کر دیا ۔ اور اپنے چچیرے بھائی عثمان بن محمد بن ابی سفیان کو مدینہ بھیجا تاکہ وہ اس کی طرف سے مدینہ والوں سے بیعت لے ۔ عثمان نے مدینہ پہنچ کر کچھ لوگوں کو یزید کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے دمشق بھیجا لیکن وہ لوگ جب دمشق سے واپس لوٹے تو اپنی بیعت کو توڑ دینے کا اعلان کر دیا ۔ کیونکہ وہ لوگ یزید کے فسق و فجور ظلم و ستم ، سفاکی اور بربریت کا وہ ننگا ناچ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے ۔ چنانچہ انھوں نے عثمان کو مدینے سے باہر نکال دیا اور حضرت عبداللہ بن حنظلہ کے ہاتھ پر بیعت کرنا شروع کر دی ۔ لیکن کچھ لوگوں نے اعتراض کیا اور کہا کہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے ہوتے ہوئے کسی کو بیعت لینے کا اختیار نہیں ۔ بیعت لینا انہیں کی شایان شان ہے ۔ چنانچہ اجل صحابہ کرام کی ایک جماعت حضرت سیدنا امام زین العابدین کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا ۔ ہم لوگ آپ کے عقیدت کیش ہیں ۔ آپ کے دست حق پرست پر بیعت کرنا چاہتے ہیں ۔ اور اسی مقصد کے لئے آپ کی بارگاہ عالی میں حاضر ہوئے ہیں ۔ یہ سننا تھا کہ حضرت امام کی آنکھوں میں آنسو آ گئے ۔ بیعت و خلافت کی ساری داستان از آغاز تا انجام نگاہوں کے سامنے آ گئی ۔ ساری باتیں ایک ایک کر کے یاد آنے لگیں ۔ فرمایا ۔ خدا کے واسطے اب پھر میرے زخموں کو ہرا نہ کرو ۔ بیعت و خلافت کا مجھ سے نام نہ لو ۔ میرا دل بہت دکھی ہے ۔ اور اگر تم لوگ اب بھی مجھے سکون سے نہ رہنے دو گے تو میں اپنے مظلوم خاندان کو لے کر کہیں دور چلا جاؤں گا جہاں پھر مجھے کوئی ان کی یاد نہ دلائے ۔ جب صحابہ کرام نے آپ کی یہ کیفیت دیکھی تو خاموشی کے ساتھ واپس چلے گئے اور حضرت حنظلہ کی بیعت برقرار رہی

کربلا کے خونریز اور روح فرسا واقعہ کے بعد آپ صرف چالیس سال تک اور بقید حیات رہے مگر آپ کا یہ چالیس سالہ دور حیات انتہائی کرب اور بے چینی میں گذرا ۔ پھر ساری عمر آپ کو کسی نے مسکراتے نہیں دیکھا ۔

۹۵ھ میں آپ کا وصال ہو گیا اور آپ جنت البقیع میں مدفون ہوئے ۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط

انسانیت کا حقیقی علمبردار صفحہ ۲۸ سے آگے

یہ وعظ تھا کہ انسان فطرتاً گنہگار ہے الغرض بہت سے ایسے خیالات کی تردید کی ۔

آپ نے بتایا کہ عورت اور مرد سب ایک ہی اصل سے ہیں اور عورتیں بھی مثل مردوں کے اپنے اعمال کی سزا پائیں گی ۔ انسان فطرتاً پاک ہے اور ترقی کے لئے وسیع میدان رکھتا ہے ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل بہت سے بانیان مذاہب کو خدا ، خدا کا بیٹا خدا کا اوتار اور فرشتہ وغیرہ بنا لیا گیا تھا ۔ ان خیالات کی تہ میں یہ خیال پنہاں تھا کہ انسان انسان کی رہنمائی نہیں کر سکتا ہے اس لئے خدا ، خدا کے بیٹے اور خدا کے اوتار آئے چونکہ یہ خیالات انسان کو اپنے حقیقی درجہ سے گرانے والے تھے ۔ اس لئے آپ نے شدت کے ساتھ اس کی بیخ کنی کی اور نہایت واضح الفاظ میں دنیا کو بتایا کہ ۔

" سب انبیاء انسان اور صرف انسان تھے میں بھی انسان کی شکل میں ہوں اور انسان ہی کی رہنمائی کے لئے مبعوث ہوا ہوں "

آج کل جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں احیاء دین" کے نام سے مختلف تحریکات چل رہی ہیں جو دین کا احیاء اپنی عقل، اپنی خواہش اور عصر حاضر کے تباہ کن رجحانات سے ہم آہنگی کے ساتھ کرنا چاہتے ہیں۔ وہ قرآن و حدیث کا نام لے کر علوم فقہ کی تمام کڑیوں کو نظر انداز کر دینا چاہتے ہیں اور قرآن و حدیث کی تفسیر و تشریح اپنی عقلیت پسند آزاد رائے سے جدید ماحول کی مطابقت کے ساتھ کرنا چاہتے ہیں گویا ان کے نزدیک اسلام ہر زمانہ میں جاری برائیوں کی اصلاح کے لئے نہیں بلکہ ان کے ساتھ سمجھوتہ کرنے آیا ہے ورنہ اس پر قدامت پرستی کا الزام آجائے گا، ان کے نزدیک علوم فقہ کا ہزار سالہ انمول ذخیرہ اب پرانا اور بیکار ہو چکا ہے جو صرف اس زمانہ کے لئے تھا۔ آج کے حالات میں اس سے کام نہیں چل سکتا۔ ان کا کہنا ہے کہ اسلام میں بڑی لچک ہے گویا ان کا مطلب یہ ہے اسلام ہر زمانہ کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہو سکتا ہے دوسرے لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ اسلام مختلف ادوار میں غلط سماجی دھاروں کو موڑنے کے لئے نہیں بلکہ ان کی رو میں ساتھ بہہ جانے کے لئے آیا ہے۔ بہرحال موجودہ دور میں احیاء دین کے دعویداروں کا رجحان بغیر علم و معرفت آزادی رائے اور اجتہاد عقلی کی طرف ہے۔ ان حالات میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا علوم فقہ موجودہ دور کے مسائل کو حل نہیں کرتے۔؟

کیا ان علوم کو حاصل کئے بغیر اور ان میں مہارت حاصل کئے بغیر قرآن و حدیث سے مسائل کا استخراج و استنباط کر سکتے ہیں اور کیا وہ لوگ جو تفسیر، اور اصول تفسیر، فقہ اور اصول فقہ کے علم سے کوئی حظ نہیں رکھتے براہ راست قرآن و حدیث سے احکام شرعیہ کا استفادہ کر سکتے ہیں۔؟

اس سلسلہ میں سب سے پہلے یہ جان لینا ضروری ہے کہ ادلہ شرعیہ جن سے احکام کا استنباط کیا جاتا ہے، ۴ ہیں۔ قرآن حدیث، اجماع، اور قیاس ان سب سے اوّل اور اعلیٰ قرآن کریم ہے۔ جو یقینیات کی بنیاد ہے۔ قرآن پاک منزل من اللہ آخری آسمانی کتاب ہے جسکو اللہ تبارک و تعالیٰ تیئیس سال کی مدت میں بواسطہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اپنے آخری نبی و رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی۔ اس میں عقائد ہیں احکام ہیں، قصص ہیں اور امثال، اس میں آیات محکمات بھی ہیں اور آیات متشابہات بھی، قرآن پاک کے صحیح معانی و مطالب کو سمجھنے کے لئے بہت سے علوم پر عبور حاصل کرنا ضروری ہے مثلاً آیات کے شان نزول کا علم ناسخ و منسوخ کا علم، مقدم و مؤخر آیات کا علم، لغات قرآن کی مصطلحات کا علم آیات کے باہمی تعلق کا علم، عربی زبان، علم صرف و نحو، فصاحت و بلاغت، معنی و بیان کا علم، محاورات زبان عربی پر عبور اور اصول تفسیر سے واقفیت، حقیقت و مجاز استعارات و کنایات

وغیرہا کا علم جب تک قرآن پاک سے متعلق جملہ علوم پر دسترس
نہ ہوگی اس کے صحیح مفاہیم و معانی اور مطالب تک رسائی ممکن
نہیں۔ قرآن کریم کے تراجم کا مطالعہ کرکے یا ان تراجم کے ساتھ
تشریح نوٹس پڑھ کر یہ تصور قائم کرلینا کہ ہم قرآن سمجھنے کے اہل
ہوگئے۔ سخت نادانی اور غلط اندیشی ہے قرآن کریم کے تراجم
اس کی عبارات کے لفظی معنی کو کسی حد تک واضح کرتے ہیں۔
لیکن اس کے مفاہیم و مطالب کے ادنیٰ حق کو بھی ادا نہیں کرتے
قرآن پاک نے اپنے وصف میں خود بیان فرماتا ہے

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ؕ

اس سے بہتیروں کو گمراہ کرتا ہے اور بہتیروں کو ہدایت
فرماتا ہے۔ یعنی اس کا انکار کرکے بہت لوگ گمراہ ہوتے ہیں اور
بہت اس سے ہدایت پاتے ہیں۔ اس کی تصدیق کرکے اور اس
پر ایمان لاکر اسی مفہوم میں یہ بھی شامل ہے کہ بہت لوگ غلط
مطلب نکال کر گمراہ ہوتے ہیں اور بہت لوگ اس سے صحیح
مفہوم و مطلب سمجھ کر ہدایت پاتے ہیں۔ لہٰذا ترجمۂ قرآن پڑھ
کر اپنی ناقص عقل سے بے علمی کے ساتھ قرآن کا مطلب
بیان کرنے سے سخت گمراہی کا اندیشہ ہے۔ صحیح طریقہ
یہ ہے کہ ترجمہ پر اکتفا کیا جائے اور اس کے صحیح مفاہیم و
مطالب اس کی صحیح تشریحات معلوم کرنے کے لئے اہل علم
کی طرف رجوع کیا جائے کہ قرآن پاک یہی حکم دیتا ہے فرماتا
ہے۔

فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون ط

جاننے والوں سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے، مقتضی
یہی ہے کہ بغیر علم اپنی عقل سے قرآن کے مفہوم و مطالب کو
بیان نہ کیا جائے ورنہ ہلاکت دین و ایمان کا سخت اندیشہ
ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے۔

من قال فی القرآن برائه فليتبوا مقعده من النار۔

یعنی تفسیر بالرائے کرنے والوں کا ٹھکانا جہنم ہے۔
بعینہ یہی حال حدیث شریف کا بھی ہے۔ وہ قول
یا فعل جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا یا عمل کیا یا کسی صحابی
نے کوئی عمل کیا اور آپ نے پسند فرمایا یہ سب حدیث کہلاتے
ہیں۔ احادیث کی تعداد لاکھوں سے متجاوز ہے۔ جن میں احادیث
احکام کی تعداد تین ہزار ہے۔ ایک ہی شے کے حکم کے بارے
میں متضاد صحیح احادیث موجود ہیں جن سے مختلف و متضاد احکام
ثابت ہوتے ہیں احادیث میں بھی حقیقت و مجاز، استعارات
و کنایات، محکم و متشابہ، ظاہر مؤول، مفسر، خاص، عام اور مشترک
وغیرہ ہیں۔ ان ہی میں تقدم و تاخر زمانی بھی ہے، ان کے علاوہ
احادیث کے درجات ہیں اور اقسام ہیں جب تک ان احادیث
پر عبور نہ ہو تقدم و تاخر، ناسخ و منسوخ اور محاورات عربی کا
علم نہ ہو یہ نہ معلوم ہو کہ کس قسم کی حدیث ثبوت کا افادہ کرتی
ہے۔ کس قسم کی احادیث سے وجوب ثابت ہوتا ہے اور کس
قسم کی احادیث سے استحباب، اباحت یا حرمت و کراہت وغیرہ کا
اثبات ہوتا ہے۔ غرضیکہ جب تک علم حدیث سے متعلق ان ضروری امور کا
علم نہ ہو جو شخص چند احادیث یاد کرلینے، ان کا ترجمہ پڑھ لینے اور ان سے
اخذ کئے ہوئے فقہی احکام معلوم کرلینے سے کوئی شخص اس حیثیت میں
نہیں آجاتا کہ وہ احادیث سے براہ راست احکام و مسائل نکالنے کا دعویٰ کرنے لگے۔

ایسے لوگ اپنی ناقص عقل کو قرآن و حدیث کی تشریح
و تعبیر میں اپنا رہنما بناتے ہیں۔ اور عوام کے لئے غلط انداز فکر اور
گمراہی کے دروازے کھولتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگ نہ صرف یہ
کہ خود صحیح راستہ نہیں پاتے بلکہ دوسروں کو بھی غلط راستہ کی طرف
لے جاتے ہیں۔

اس مختصر تمہید سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ قرآن و
حدیث سمجھنے کے لئے بنیادی علوم کی ضرورت ہے۔ ان پر عبور
حاصل کئے بغیر قرآن و حدیث سے براہ راست مسائل شرعیہ کا
استفادہ نہیں کیا جاسکتا۔ یہی وہ مقام ہے جہاں علوم فقہ کی ضرورت
پیش آتی ہے جن کو ائمہ فقہا اور مجتہدین نے بڑی مبسوط و مدلل
مباحث میں بیان فرمادیا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سب
سے پہلے علم فقہ اور علم اصول فقہ کی تعریف سمجھ لی جائے تاکہ

اس کے ساتھ ایک ذہنی تعلق قائم ہو جائے اور اس کی اہمیت و افادیت اور ضرورت کا صحیح اندازہ ہو سکے۔ حضرت ملا احمد جیون استاد اورنگ زیب عالم گیر غازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"ھو العلم بالاحکام الشرعیۃ العملیۃ عن ادلتھا التفصیلیہ" (نور الانوار)

یعنی شریعت کے عملی احکام کو ان کے تفصیلی دلائل سے جاننے کو علم فقہ کہتے ہیں۔ علم اصول فقہ کی تعریف وہ اس طرح بیان کرتے ہیں

"ھو علم یبحث فیہ عن اثبات الادلۃ الاحکام" (نور الانوار)

یعنی علم اصول فقہ وہ علم ہے جس میں احکام شرعیہ کو دلائل سے ثابت کرنے پر بحث کی جاتی ہے۔ جواز ہو یا عدم جواز شریعت کا ہر حکم کسی نہ کسی علت اور دلیل کے ساتھ ہے ان تمام احکام کو دلیل سے جاننا علم فقہ ہے اور ادلہ شرعیہ کون کون سے ہیں اور احکام شرعیہ کو ان دلائل سے کس طرح ثابت کیا جاتا ہے اس قسم کے مباحث کا علم "علم اصول فقہ ہے"، اس لئے ائمہ فقہا نے ادلہ شرعیہ سے بھی بحث کی ہے۔ اور بیان کیا ہے کہ متفق علیہ ادلہ شرعیہ تین ہیں۔ قرآن، حدیث، اور اجماع امت چوتھے درجہ میں قیاس ہے۔ اور اس کے بالمقابل ایک قسم استحسان ہے اور آخری درجہ میں استصواب حال۔ ان میں سے ہر ایک کو انھوں نے پوری تفصیلات کے ساتھ بیان کیا ہے ان میں سب سے پہلی دلیل احکام الٰہی قرآن مجید ہے جو بقیہ ادلہ شرعیہ کی بھی اصل بنیاد ہے۔

قرآن مجید اللہ تبارک تعالےٰ کی آخری کتاب ہے جو اس نے اپنے آخری نبی و رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی اس کی حفاظت کا وعدہ فرمایا اور اس کے بارے میں فرمایا۔

"ونزلنا علیک القرآن تبیانا لکل شیٔ و ھدی ورحمۃ وبشریٰ للمؤمنین"

اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے اور ہدایت اور رحمت اور بشارت مسلمانوں کو، قرآن پاک میں ہر شے کا بیان ہے اور اس میں ہر شے کا بیان ہونا بھی چاہئے تھا۔ اور قیامت تک پیدا ہونے والے تمام مسائل کا حل بھی اس میں موجود ہونا ضروری ہے۔ بغیر اس کے نہ دین کی تکمیل کا دعویٰ صحیح ثابت ہو سکتا ہے اور نہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آخری نبی ہونا اور نہ قرآن پاک کا آخری کتاب ہونا درست ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اگر قیامت تک پیدا ہونے والے نئے مسائل اور نئی ضرورتوں کا حل اس میں موجود نہ ہوگا۔ تو نئی کتاب اور نئے رسول و نبی کی ضرورت بھی باقی رہے گی۔ اس لئے ضروری ہے کہ قرآن پاک تبیانا لکل شیٔ ہو۔ قرآن کریم کا یہ دعویٰ کہ تبیانا لکل شیٔ ہے اور یہ فرمانا۔

ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین۔

کوئی خشک و تر نہیں کہ کتاب مبین میں موجود نہ ہو۔ نیز اس کا دستور حیات ہونا اور انسانی معاشرہ میں پیدا ہونے والی ہر ضروریات کے لئے قیامت تک اس کا کافی ہونا یہ سب تفصیلی دلیل اور ثبوت کا متقاضی ہے۔ اور وہ صرف علوم فقہیہ ہیں جو نہ صرف یہ کہ ان تمام دعاوی کا مکمل و مدلل ثبوت فراہم کرتے ہیں بلکہ بالتفصیل ان کے ہر پہلو سے بحث کرتے ہیں اور ان کو حقیقت ثابتہ کی حیثیت میں لاتے ہیں۔ بلاشبہ ہی وہ علم ہیں جنھوں نے قرآن کریم اور احادیث نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی دستوری و قانونی زبان سمجھنے کا سلیقہ پیدا کیا اور قرآن و حدیث کی روشنی میں ان کے الفاظ و عبارات سے صحیح مفاہیم و مطالب اخذ کرنے کے اصول مرتب فرمائے جن کے بغیر قرآن پاک کی ایک آیت کا بھی صحیح مفہوم اخذ کرنا امت کے لئے ممکن نہ تھا۔ اور نہ احادیث شریف کے حقیقی معانی و مطالب کا ادراک کیا جا سکتا تھا۔ علماء فقہ و اصول نے قرآن کریم کے الفاظ معانی اور انداز بیان میں سے ایک ایک چیز کا بغور مطالعہ کیا اور خلوص و للہیت کے ساتھ ان پر عبور کامل اور مہارت تامہ حاصل کی پھر ان کی مختلف اعتبارات سے

تقسیم کی اور فرمایا کہ الفاظ قرآن یا خاص ہیں یا عام یا مشترک ہیں یا مؤول
اور معانی کے اعتبار سے ظاہر نص مفسر یا محکم اور ان کے بالمقابل
خفی مشکل مجمل اور متشابہ میں منقسم ہیں پھر ان الفاظ و معانی کو
وجوہ استعمال کے اعتبار سے حقیقت، مجاز، صریح اور کنایہ میں
تقسیم کیا اور ان طریقوں کو بھی دریافت کیا جن کے ذریعہ قرآن و
حدیث کے الفاظ و عبارات کے مفہوم و مراد پر واقفیت حاصل
ہو سکے ان کو بھی چار قسموں میں محصور کر دیا۔ عبارۃ النص۔ اشارۃ
النص، دلالۃ النص اور اقتضاء النص اس طرح یہ کل بیس
اقسام ہوئیں۔ ان بیس میں سے ہر ایک کے مواضع معانی، ترتیب
اور ان کے احکام کی معرفت کے طریقوں کی وضاحت فرمائی حتیٰ
کہ انھوں نے قرآن مجید میں استعمال ہونے والے حروف عطف
حروف جارہ حروف شرط اور اسماء ظروف نیز اطلاقات جمع مذکر و
جمع مؤنث پر بھی توضیحی مباحث بیان فرمائے یہ سب کچھ کلام
الٰہی قرآن مجید سے متعلق امور ہیں جن کا تفصیلی علم ہر فقیہ مجتہد
کو ہونا ضروری ہے بایں ہمہ فقہائے مجتہدین نے قرآن و
حدیث کا بہ امعان نظر مطالعہ کرنے کے بعد احکام شرعیہ کی
اقسام معلوم فرمائیں جو فرض، واجب، مستحب، مباح حرام اور
مکروہ تحریمی میں منقسم ہیں ان کے استدلال کے جملہ طرق معلوم
کئے۔ قرآن کی جملہ آیات خصوصاً آیات احکام میں سے ایک ایک
آیت کو بغور دیکھا اور اس امر کی وضاحت کی کہ احکام شرعیہ کے
مخاطب فی الحقیقت کون لوگ ہیں نیز یہ کہ مدار تکلیف عقل
ہے۔ اور وہ عقل جو مدار تکلیف ہے وہ عمر بلوغ سے شروع
ہوتی ہے یہ بھی ثابت کیا کہ احکام شرعیہ الٰہیہ کے خطاب کی
اہمیت کی بنیاد بھی صحت عقل اور کمال عقل ہے اس اہلیت
کی دو قسمیں ہیں۔ اہلیت وجوب اور اہلیت ادا یعنی یہ کہ انسان کی
وہ کون سی حالت ہے جس میں احکام کا وجوب ہوتا ہے اور وہ کون
سی حالت ہے جس میں احکام کی ادائیگی کی اہلیت ہوتی ہے اور
وہ کون کون سی حالتیں ہیں جن میں وجوب ادا ساقط ہو جاتا ہے
اور وہ کون سی حالتیں ہیں جن میں احکام کا نفس وجوب ہی نہیں

ہوتا۔ ظاہر ہے کہ اس تفصیل کے بغیر کسی نفس پر احکام شرعیہ کو لازم
و ضروری قرار نہیں دیا جا سکتا۔ شریعت کی اصطلاح میں جو شخص احکام
قرآن کے خطاب کا اہل ہے اسے مکلف کہتے ہیں۔ مکلف کی دو قسمیں
ہیں امت دعوت اور امت اجابت، وہ لوگ جو الی الاسلام کے
مخاطب ہیں۔ امت دعوت کہلاتے ہیں اور وہ لوگ جنھوں نے
اسلام قبول کر لیا اور عمل بالاحکام کے مخاطب ہیں۔ امت اجابت
میں داخل ہیں قرآن پاک میں جہاں۔

"یا ایھا الناس"

کے الفاظ سے خطاب ہے اس سے مراد بالخصوص امت دعوت
ہے جیسے۔

"یا ایھا الناس انی رسول اللّٰہ الیکم جمیعاً"

اے لوگوں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔ یا جیسے۔

"یا ایھا الناس اعبدوا ربکم"

اے لوگو اپنے رب کی عبادت کرو۔ اس کے برخلاف قرآن
میں جس جگہ۔

"یا ایھا الذین امنوا"

کے الفاظ سے خطاب ہے اس سے مراد امت اجابت ہے
جیسے

"یا ایھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام"

اے ایمان والو روزے تم پر لکھ دیئے گئے۔ یا جیسے

"یا ایھا الذین امنوا اذا قمتم الی الصلوۃ"

اے ایمان والو جب تم نماز کا ارادہ کرو۔ وغیرہ۔ قرآن
کریم کی بہت سی آیات احکام اور الفاظ خطاب سے بظاہر یہ معلوم
ہوتا ہے کہ احکام ایک نوزائیدہ بچہ سے لے کر جوان، بوڑھے،
مرد، عورت، مجنوں و دیوانے اور صاحب عقل و دانش سب
ہی کے لئے ہیں لیکن ائمہ فقہ نے اس حقیقت کا انکشاف فرمایا کہ
ایسا نہیں ہے بلکہ مخاطب جب تک خطاب کا اہل نہ ہو مکلف
نہیں اس لئے مکلف ہونے کے لئے اہلیت خطاب ضروری ہے
اور وہ ہے اس کی عقل کا کامل ہونا جس کے ذریعہ مکلف کو فہم

خطاب کی قدرت کاملہ حاصل ہوتی ہے اور اگر اس قدرت کاملہ کے ساتھ اسے عمل پر بھی قدرت کاملہ ہو تو پھر احکام الٰہیہ پر عمل واجب و ضروری ہوتا ہے۔ بہر نوع یہ بحث تو مکلف کی ذات اور اس کے احوال سے متعلق ہے اور اس میں مزید تفصیلات ہیں دوسری بحث خود احکام اور آیات احکام سے متعلق ہے۔ ائمہ فقہ نے قرآن پاک اور حدیث شریف کی روشنی میں اس امر کی وضاحت فرمائی کہ احکام کی ابتدائی دو قسمیں ہیں عزیمت اور رخصت پھر عزیمت کی اقسام ہیں فرض، واجب، سنت، مستحب حرام، مکروہ تحریمی، مکروہ تنزیہی وغیرہ ہیں اس کے ساتھ دوسری قسم رخصت اور اس کی انواع کو بھی واضح فرمایا۔ ائمہ فقہ نے اس نکتہ کی بھی وضاحت فرمادی کہ قرآن کریم اور حدیث پاک میں احکام کے لئے بالعموم صیغہ امر ہی استعمال کیا گیا ہے جس کا مقتضیٰ وجوب ہی ہے پھر بھی ہر حکم کی نوعیت جداگانہ ہے انھوں نے فرمایا کہ اگرچہ صیغہ امر استعمال کیا گیا ہے ہر جگہ اس سے وجوب اور فرضیت ثابت نہیں ہوتی انھوں نے بڑی تحقیق کے بعد یہ انکشاف کیا کہ صیغہ امر سولہ معانی میں استعمال ہوتا ہے قرآن پاک کی آیات ہی سے اس کا ثبوت دیا۔ لہٰذا اگرچہ صیغہ امر سے حقیقتاً وجوب ہی ثابت ہوتا ہے اگر قرینہ اس کے خلاف قائم ہو تو وہاں صیغہ امر سے مقام کے مناسب معنی مراد ہوں گے۔ اور مقام کی مناسبت کی معرفت مجتہدین کے ذہنی کمال اور شہادت پر موقوف ہے۔ اگر یہ حضرات اس حقیقت کا انکشاف نہ فرمادیتے تو قرآن و حدیث کا ہر حکم جہاں صیغہ امر استعمال کیا گیا ہے فرض ہی قرار پاتا واجب، سنت، مستحب، اور مندوب کچھ نہ ہوتا نہ عزیمت و رخصت کا سوال پیدا ہوتا۔

ائمہ فقہ نے یہ بھی تحقیق فرمائی کہ قرآن مجید اور حدیث شریف میں وحکم، کس جگہ عام ہے اور کس جگہ خاص نیز یہ کہ کسی حکم کا شان نزول اگرچہ خاص ہو مگر حکم ہمیشہ عام ہوتا ہے بشرطیکہ کوئی قرینہ اس حکم کو خاص قرار نہ دے۔

قرآن کریم اور احادیث پاک میں بہت سے مقامات پر بظاہر نظر تعارض و تضاد سا محسوس ہوتا ہے گو وہ فی الواقع نہیں ہے۔ مجتہدین فقہ نے اس تعارض و تضاد میں مطابقت پیدا فرمائی اور ان کو حل کرنے کے طرق بیان فرمائے۔ قرآن کریم کی آیات ناسخ و منسوخ میں انھوں نے تفصیل کے ساتھ یہ بتلایا کہ قرآن کریم کی کون آیات ناسخ ہیں اور کون منسوخ۔ کون سی آیات منسوخ التلاوۃ ہے اور اس کا حکم باقی ہے۔ اور کون سی آیت حکم اور تلاوت دونوں اعتبار سے منسوخ ہے اور کون سی آیت منسوخ الحکم ہے اور اس کی تلاوت باقی رکھی گئی ہے۔۔۔۔۔۔

اس قسم کے مباحث حدیث و سنت کے بارے میں بھی ہیں قرآن کریم کے نظم و معنی، انداز بیان اور طریق استدلال سے متعلق جو اقسام وہاں بیان کئے گئے۔ ان سب کا نفاذ حدیث و سنت میں بھی ہوگا۔ ان کے علاوہ احادیث میں کچھ اور تفصیلات بھی ہیں۔ حدیث واحد مشہور اور متواتر ہوتی ہے پھر یہ بحث کہ کون سی حدیث حجت ہے اور کون سی حدیث حجت نہیں۔ کسی راوی کی حدیث حجت ہوتی ہے اور کسی کی نہیں۔ ہر راوی کی حدیث حجت نہیں ہوتی۔ اس کی حجت کے لئے بھی شرائط ہیں۔ اور ہر محل میں بھی ہر حدیث حجت نہیں ہوتی عقوبات، عبادات حقوق العباد اور اس کی ہر سہ اقسام میں سے ہر ایک کے لئے حجت حدیث کی جداگانہ شرائط ہیں۔ ان کے علاوہ نفس خبر اور اس کی اقسام سے متعلق مباحث ہیں ان مباحث میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ کون سی حدیث اور خبر صرف اس وقت قابل قبول ہے جب وہ بلفظہ روایت کی جائے اور کون سی حدیث اور خبر میں روایت بالمعنیٰ بھی قابل قبول ہے۔ نیز یہ کہ روایت باللفظ اور روایت بالمعنیٰ کی اجازت کے لئے راوی میں کس قسم کے شرائط کا ہونا ضروری ہے یہ تمام مباحث حدیث و سنت سے متعلق ہیں اور ائمہ مجتہدین نے ان کو مبسوط، مفصل اور مدلل بیان فرمایا ہے۔ قرآن و حدیث کے بعد ادلہ شرعیہ میں اجماع امت کا درجہ ہے۔ اجماع

امت کی تعریف ہے کہ ہر عصر جمیع مجتہدین صالحین کا کسی مسئلہ میں متفق الرائے ہو جانا۔ لہٰذا اجماع کا اہل ہونے کے لئے اجتہاد صالح ہونا ضروری ہے اور نفسانی خواہش اور فسق سے مبرا ہونا ضروری ہے۔ ہر مجتہدین فقہ کے لئے ان جملہ مسائل کا علم ضروری ہے جس پر اجماع امت منعقد ہو چکا ہے۔

اجماع امت سے کیا مراد ہے۔ کیا اجماع امت ممکن ہے کیا بے علم اور کم علم مسلمانوں کا اجماع معتبر ہو سکتا ہے اجماع کی کتنی قسمیں ہیں۔ اجماع کی حجت کا ثبوت ان تمام امور کو بھی اصول فقہ ہی تفصیلاً بیان کرتا ہے۔

ادلہ شرعیہ میں چوتھی قسم قیاس ہے کتب اصول فقہ میں قیاس کی یہ تعریف کی گئی ہے۔

القیاس ھو فی الشرع تقدیر الفرع بالاصل فی الحکم والعلۃ۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ علت مشترکہ کی بنیاد پر اس کا حکم فرع کے لئے ثابت کرنا جیسے شراب کا حکم اصالت ہے اور اس کی علت سکر ہے یہ علت مشترکہ ہے لہٰذا حرمت کا حکم اس کے لئے بھی ثابت ہے۔ قیاس ایک حجت شرعی ہے اس پر عقلی و نقلی مبسوط دلائل ہیں تاہم ائمہ مجتہدین کے سوا علمار سابقین میں قیاس کے حجت شرعی ہونے میں اختلاف رہا۔ لیکن آج کے دور میں علمار کا کوئی طبقہ ایسا نہیں ہے جو قیاس سے کام نہ لیتا ہو۔

اس کی حجت اور دلیل شرعی ہونے کو تسلیم کر چکے ہیں۔ لیکن قیاس سے استدلال کرنا آسان کام نہیں ہے۔ اس کے شرائط سخت ہیں سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ قیاس صرف ان مسائل میں ہو سکتا ہے جن کا حکم قرآن و سنت میں نہ ملے اور وہ مسائل اجماع سے بھی ثابت نہ ہوں دوسرے یہ کہ قیاس صرف اس مسئلہ میں کیا جا سکتا ہے جس کا حکم کسی نص سے محض اسی مسئلہ کے ساتھ خاص نہ ہو جیسے حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دو آدمیوں کی شہادت کے مساوی قرار دیا یہ مسئلہ صرف خزیمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ساتھ خاص ہے تیسرے یہ کہ قیاس کرنے کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ اصل مسئلہ کا حکم خلاف قیاس ہے تو پھر اس پر قیاس کرنے کی گنجائش باقی نہیں رہتی جیسے روزہ کی حالت میں سہواً کھانے پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا یہ حکم خلاف قیاس ہے قیاس تو اس کا مقتضی ہے کہ کھانے پینے سے روزہ ٹوٹ جانا چاہیئے خواہ وہ سہواً ہی ہو مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سہواً کھا لینے کی صورت میں اس کا روزہ باقی رکھا جو کہ خلاف قیاس ہے لہٰذا یہ حکم صرف اسی حالت میں محدود رہے گا۔ اس پر کسی دوسرے مسئلہ کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ اصل مسئلہ کے لئے نص سے جو حکم شرعی ثابت ہو بعینہٖ وہی حکم فرع کے لئے ثابت کیا جائے جب کہ فرع وجود علت میں اصل کی نظیر ہو۔ خلاصہ کلام یہ کہ قیاس کی بنیادیں چار ہیں۔ اصل، فرع، علت، اور حکم ان کے بغیر قیاس وجود میں نہیں آسکتا۔

غرض قرآن و حدیث سے مسائل کے استنباط و استخراج کے لئے ان تمام ادلہ شرعیہ اور ان سے متعلق مباحث کا تفصیلی علم ضروری ہے ان ادلہ شرعیہ کی روشنی میں بہت بڑی تعداد قواعد فقہیہ کی ہے جن کا علم فقیہ کے لئے ضروری ہے ان پر عبور حاصل کئے بغیر فتویٰ کی راہیں کشادہ نہیں ہوتیں۔ علامہ شہاب الدین القرافی متوفی ۶۸۴ھ نے اپنی کتاب "انوار البروق فی انوار الفروق" میں اسلامی شریعت کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔

اسلامی شریعت چند اصول و فروع پر مشتمل ہے اس کے اصول کی دو قسمیں ہیں۔ قسم اول اصول الفقہ اور قسم دوم وہ قواعد کلیہ فقہیہ ہیں جن کی تعداد کثیر ہے۔ اور وہ شریعت کے اسرار و رموز سمجھنے میں مددگار ہوتے ہیں۔ ہر فائدہ علی کے ماتحت بے شمار فروعی مسائل ہیں یہ قواعد کلیہ فقہ میں بہت اہم اور مفید ہیں اور فقہ جس قدر ان قواعد کا احاطہ کرے گا۔ اسی درجہ اس کی قدر و منزلت بڑھے گی اور فقہ کی عظمت نمایاں ہوگی ان ہی قواعد کے ذریعہ فتویٰ کی راہیں کشادہ

ہوتی ہیں اور ان ہی کی بدولت اہل علم کی ایک دوسرے پر فوقیت ظاہر ہوتی ہے علماء کا یہ قدیم مقولہ ہے "جو اصول فقہ کو پیش نظر رکھے وہ منزل تک پہنچ سکتا ہے اور جو قواعد کلیہ فقہیہ کو سامنے رکھے وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہو سکتا ہے"۔

علامہ قرافی نے جن قواعد کلیہ فقہیہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے اگر ان کا بالاستیعاب عربی مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ علماء فقہاء اور مجتہدین کرام کے دینی افکار کتنے عمیق اور ان کا مطالعہ علوم دینیہ میں کتنا وسیع اور بلند تھا۔ اور انھوں نے دین میں مہارت و کمال حاصل کرنے میں اور دین کی خدمت کرنے میں کتنی محنت اور جدوجہد کی ہے۔ جس کے نتیجہ میں مسائل فقہیہ کا عظیم الشان ذخیرہ وجود میں آیا جس میں ہر جدید مسائل کے لئے خواہ وہ کتنا ہی نیا ہو کہیں نہ کہیں کوئی جزئیہ ضرور مل جاتا ہے۔ بلاشبہ ان قواعد کے مطالعہ اور مجتہدین کی اس عظیم و مخلصانہ جدوجہد کے علم سے شریعت اسلامیہ کے جاہ و جلال، اس کے وسعت و کمال، اس کی ہمہ گیری اور قرآن پاک کے۔

تبیاناً لکل شیءٍ

ہونے کا یقین کامل حاصل ہو سکتا ہے۔ بہ نظر اختصار مشتے نمونہ از خروارے، ہم یہاں چند قواعد بیان کریں گے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلی ضروری بات یہ ہے کہ یہ قواعد کلیہ صرف اسی وقت استعمال ہونگے جب ادلہ شرعیہ میں سے کسی دلیل سے وہ حکم ثابت نہ ہوا ہو۔

(۱) نص شرعی کی موجودگی میں اجتہاد جائز نہیں۔

(۲) الاصل فی الاشیاء الاباحۃ

یعنی ہر شے اصل میں مباح ہے جب تک اس کے عدم جواز پر کوئی دلیل شرعی قائم نہ ہو۔

(۳) ماراٰہ المسلمون حسناً فھو عند اللہ حسن۔

یعنی جسے دیندار و ذی علم مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔ اسی اصول کے ماتحت تراویح میں ختم قرآن کے وقت تقسیم شیرینی آتی ہے اور محافل میلاد النبی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا انعقاد بھی آجاتا ہے کہ ساری دنیا کے صحیح العقیدہ سنی علماء اس کو صدیوں سے مستحسن سمجھتے اور کہتے چلے آرہے ہیں اور ملک میں مسلمانوں کا اس پر عمل بھی جاری ہے۔

(۴) "الیقین لا یزول بالشک"

یقین شک سے زائل نہیں ہوتا، مثلاً کسی نے وضو کیا تھوڑی دیر کے بعد شک ہوا کہ معلوم نہیں وضو باقی ہے یا ٹوٹ گیا تو اس اصول کے ماتحت اس کا وضو باقی ہے۔

(۵) "الحدود تندرئ بالشبہات"

حدود شرعیہ شک و شبہ سے ساقط ہو جاتی ہیں اسی قاعدہ کے ماتحت شک کا فائدہ ملزم کو ملتا ہے۔

(۶) اذا ابتلیت ببلیتین فاختر اھونھما

جب تو دو خرابیوں میں پھنس جائے تو کمتر کو اختیار کرے

(۷) "لا ضرر ولا ضرار"

نہ نقصان اٹھاؤ نہ نقصان پہنچاؤ۔

(۸) "الضرورات تبیح المحظورات"

ضرورت ممنوع شے کو جائز کر دیتی ہے۔ یہاں ضرورت سے شرعی ضرورت ہے۔

(۹) "اذا اجتمع الحرام والحلال غلب حکم الحرامۃ"

یعنی جب حرام اور حلال اکٹھے ہو جائیں تو حرمت کا حکم غالب ہوگا اس قاعدہ کی رو سے وہ پانی حرام ہوگا جس میں شراب کا ایک قطرہ بھی پڑ جائے۔ ایک معلّم کلب یعنی تربیت یافتہ شکاری کتا دوسرے غیر تربیت یافتہ کتے کے ساتھ مل کر شکار کرے تو وہ شکار بغیر ذبحہ کے جائز نہ ہوگا۔ اگر بغیر ذبح کئے ہوئے مرگیا تو حرام ہوگا۔

فقہ میں ایسے قواعد کلیہ کی تعداد بہت زیادہ ہے لیکن اس سلسلے میں سب سے اہم چیز ان قواعد کا صحیح طریقہ استعمال ہے اور ان مواقع و مواضع کی معرفت جہاں ان کا استعمال کیا جائے۔ مثال کے طور پر یہ قاعدہ کہ "ضرورت ممنوع چیز کو مباح کر دیتی ہے"، اس قاعدہ کو اس وقت تک کسی جگہ استعمال نہیں

کیا جا سکتا جب تک ضرورت شرعیہ صحیحہ کا علم نہ ہو یا جیسے یہ قاعدہ کہ
"ہر چیز اصل میں مباح ہے جب تک اس کے عدم جواز پر کوئی دلیل
شرعی قائم نہ ہو"۔ اس قاعدہ کے نفاذ کے لئے ضروری ہے کہ
فقیہ کو اس امر کا پورا پورا علم ہو کہ اس مسئلہ خاص میں عدم جواز کی
کوئی شرعی دلیل نہیں ہے۔ بہر حال ان تمام قواعد فقہیہ کی تمام تر
بنیاد قرآن کریم اور حدیث پاک ہیں۔ ان دونوں سے یہ تمام قواعد
وسیع مطالعہ، مہارت علم، تعمق نظر سے نہایت اعلیٰ اور مقدس
مقاصد کے ساتھ اخذ کئے گئے ہیں۔ وہ صرف مجتہدین تھے جنھوں
نے خالصاً لوجہ اللہ اپنی پوری پوری زندگیاں اللہ جل وعلا اور
اس کے حبیب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی خدمت
کے لئے وقف کر دیں اور قیامت تک آنے والی نسلوں کیلئے
فقہی مسائل کا وہ عظیم الشان ذخیرہ مرتب فرما دیا جو ہر زمانہ
کی مقتضیات کی کفالت کرتا رہے گا۔ یہ ہر کس و ناکس کے بس
کی بات نہ تھی نہ پہلے تھی اور نہ آج ہے جب کہ علم و کمال کا فقدان ہو گیا
ہے۔ تجدید و احیاء دین کے علمبرداروں کا تو یہ حال ہے کہ فقہاء
و مجتہدین کی تصنیفات کے ناموں کو صحیح تلفظ کے ساتھ پڑھنے کی
استعداد بھی نہیں رکھتے۔

ان تمام تفصیلات سے میرا مقصد دو باتوں کی وضاحت کرنا
ہے اول یہ کہ کس طرح قرون اولیٰ میں مجتہدین صالحین نے علوم فقہ
کو مرتب فرمایا کہ خالصاً لوجہ اللہ دین کی خدمت کی۔ قرآن کریم
اور احادیث سے متعلق علوم کی تدوین میں کئی صدیاں درکار ہوئیں
ڈیڑھ ہزار سے زیادہ قرآن کی تفاسیر لکھی گئیں جن میں سے بعض
بعض تفسیریں ایک ایک ہزار جلدوں میں ہیں اس طرح احادیث
ــــــ بڑی بڑی ضخیم کتابوں میں جمع کیا گیا اور مختلف
انداز پر ان کو مرتب فرمایا اور احادیث اور شرح احادیث میں
ہزاروں کتابیں تصنیف فرمائیں اور ان سے علم اصول فقہ وجود
میں آیا تب کہیں صحابہ و تابعین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے
دور کے بعد علماء امت اس قابل ہوئے انھیں قرآن و حدیث
سے احکام و مسائل کے استخراج و استنباط کا سلیقہ آیا اس کے
ساتھ ان ائمہ فقہ نے بڑی محنت و کاوشوں سے اولۂ شرعیہ کا تعین کیا اور
ان سے بے شمار فقہی جزئیات و مسائل بیان فرمائے اور کثیر مقدار میں
قواعد کلیہ فقہیہ بھی مرتب فرمائے اور ان کی روشنی میں بھی لاتعداد مسائل
بیان فرمائے اس طرح انھوں نے فقہ کا اتنا عظیم ذخیرہ جمع کر دیا کہ
وہ رہتی دنیا تک کام دیتا رہے گا۔ آج علم کی ناقدری کا یہ عالم ہے کہ
عوام کو تو جانے دیجئے خواص اور اخص الخواص تک ان تمام کتابوں
کے نام سے بھی واقفیت نہیں رکھتے اور افسوس صد افسوس کہ ان کتابوں
کا پڑھنا تو در کنار ان کے اوراق گننے والے بھی نہیں ملتے صاحب کشف
وغیرہم نے ان میں سے بہت سی کتابوں کی نشاندہی فرمائی
ہے شریعت اسلامیہ کا عظیم الشان کام ایک ہزار سال قبل ہوا جب
سے اب تک کے طویل زمانہ میں نہ معلوم کتنے انقلاب آئے تہذیبیں
بدل گئیں۔ اخلاقی قدروں میں انقلاب آگیا۔ سیکڑوں حکومتیں بنیں
بگڑیں اور مٹ گئیں، طرح طرح کے نظریات، عقائد اور مذاہب،
پیدا ہوئے اس دوران لاتعداد مسائل ابھر کر آئے ان گنت شرعی
ضرورتیں پیش آئیں۔ اور ہر دور کے علماء فقہ و مفتیان کرام ان تمام
جدید مسائل اور نئے نئے تقاضوں کا حل فقہ کے اس عظیم ذخیرہ سے
حل کرتے چلے آ رہے ہیں۔ ان میں کسی نے یہ نہیں کہا کہ فقہ کا یہ
ذخیرہ پرانا ہو چکا ہے اور یہ اسی زمانہ کی ضرورت کے مطابق تھا۔
اب یہ عصر حاضر کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتا اس لئے ہمیں براہ راست
قرآن و حدیث سے رابطہ پیدا کرنا چاہیئے۔ حالانکہ ان فقہ میں اپنے
اپنے زمانہ کے بے مثل و یگانۂ روزگار علماء کاملین تھے۔ جو صاحب
علم کے ساتھ صاحب تقویٰ بھی تھے۔ جن کے علم کا شہرہ ملک اور
بیرون ملک دیگر مسلم ممالک میں تھا۔ فقہائے بغداد، فقہائے مصر و
شام، فقہائے سمرقند و بخارا اور فقہائے ہند و پاکستان ان جلیل
القدر اور عظیم المرتبت فقہائے میں سے بیشتر صاحب تصنیفات
کثیرہ ہیں۔ ان مشہور و معروف فقہاء میں فتاویٰ عالمگیری کے مرتبین
ہیں۔ جو اپنے زمانہ کے منفرد و بے مثل علماء میں سے تھے ان
ہی میں علامہ ابن عابدین المعروف بہ علامہ شامی ہیں جن کی مایۂ
ناز فقہ کی کتاب "ردالمحتار"، اس وقت بھی دنیائے اسلام میں

معتمد و مستند ہے خود ہندوستان میں اس چودھویں صدی اور اس سے کچھ پہلے بڑے بڑے متبحر علمائے دین گذرے ہیں فقہاء دلی، فقہاء فرنگی محل، فقہاء جونپور، علماء بدایوں، علماء بریلی اور علماء مسلک دیوبند وغیرہم میں سے اکثر صاحب تصنیف و تالیف ہیں اور صاحب فتویٰ ہیں۔ چودھویں صدی کے نصف اول میں قابل ذکر مولانا عبدالحیٔ صاحب فرنگی محلی ہیں جو صاحب تصنیف کثیرہ ہیں اسی دور کے ایک متبحر عالم فقیہ بے بدل حضرت مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ ہیں جن کے عظیم تفقہ فی الدین کا ہر مسلک کے علماء کو اعتراف ہے۔ جن کی تصانیف ایک ہزار سے زیادہ ہیں۔ یہ صاحب فتویٰ ہیں ان کا فتویٰ رضویہ، بارہ ضخیم جلدوں میں ہے اور کئی ہزار بڑی تقطیع کے صفحات پر مشتمل ہے انھوں نے بڑے سے بڑے پیچیدہ مسئلہ پر بڑے محققانہ مباحث کئے ہیں۔ علمائے عرب و عجم نے ان کی مہارت فقہ کو تسلیم کیا ہے۔ ان سب کے زمانہ میں عصر نو کے نئے نئے تقاضے ابھرے۔ جنگ آزادی کے مسائل پیدا ہوئے نئی تہذیب اور نئے تمدن کے مسائل پیش آئے۔ مگر وہ ان سب مسائل کو فقہ کے اسی عظیم ذخیرہ ہی سے حل کرتے رہے جو ہزار سال قبل مجتہدین کرام اور ائمہ فقہ نے قرآن مجید اور احادیث پاک کی روشنی میں بڑی جاں فشانی کے ساتھ مرتب کیا تھا۔ جس سے یہ امر بخوبی ثابت ہو جاتا ہے کہ بلاشبہ فقہ کا یہ عظیم کامل اور جامع ذخیرہ رہتی دنیا تک کام آتا رہے گا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کا علم اور اس پر عبور حاصل کیا جائے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جن لوگوں نے فقہ کے اس ذخیرہ کا علم حاصل نہیں کیا وہی اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ اس میں دور حاضر کے مسائل سے متعلق احکام موجود نہیں ہیں۔ اس طرح کی بات دو طرح کے لوگ کہتے ہیں ایک وہ طبقہ ہے جو اجتہاد اور تقلید کو مانتا ہی نہیں۔ اور دوسرا وہ طبقہ ہے جو اپنی لاعلمی اور نادانی سے ایسا کہنے لگا ہے۔ حالانکہ وہ اجتہاد کے بھی قائل ہیں اور تقلید بھی کرتے ہیں دونوں طبقوں سے میری گذارش ہے کہ وہ صدق دل سے فقہ کا علم حاصل کریں۔ خلوص کے ساتھ محنت و جد و جہد سے فقہاء کی کتابوں کا مطالعہ کریں، عقلیت پسندی اور سہل پسندی کا راستہ چھوڑ کر محنت اور لگن کے ساتھ اللہ کے دین کو حاصل کرنے کے لئے وقت دیں اور اپنی زندگی ان میں لگائیں تب ان کی نگاہ میں فقہ کی عظمت و اہمیت پیدا ہوگی۔ پھر وہ یقیناً اپنی رائے بدلنے پر مجبور ہوں گے ان کی آنکھیں کھل جائیں گی اور حقیقت حال روشن ہو جائے گی۔

فقہ اسلامی کے بارے میں ہم یہاں بین الاقوامی شہرت کے مالک محقق قانون دانوں کی کچھ آراء نقل کرتے ہیں جن سے فقہ اسلامی کی عظمت کا اندازہ ہو سکے گا۔

سلیم باز جو لبنان کے مشہور عالم اور قانون داں تسلیم کئے گئے ہیں مجلۃ الاحکام الشرعیہ، میں رقمطراز ہیں "میرا یہ عقیدہ ہے کہ اسلامی فقہ کے ذریعہ انسان کی تمام ضروریات پوری ہو جاتی ہیں خواہ وہ کاروباری معاہدات اور معلومات ہوں یا دوسرے مقدمات سب کا حل اس میں موجود ہے۔ فقہ اسلامی کی کتابوں کا وسیع ذخیرہ نہ صرف مصر اور دیگر ممالک اسلامی کے کتب خانوں میں پایا جاتا ہے بلکہ ہالینڈ کے شہر سیڈن، روم، برلن پیرس، برٹش میوزیم نیز ونیٹکن محل میں بھی پایا یائے اعظم کے کتب خانے میں فقہ کی کتابوں کا وسیع ذخیرہ موجود ہے ان کتب خانوں میں جو کتابیں ہیں وہ ہزاروں علماء اسلام کی محنت و کاوش کا نتیجہ ہیں کتابوں کا وسیع ذخیرہ اس بات کا زبردست ثبوت ہے کہ فقہ اسلامی و شریعت میں انسان کی تمام ضروریات اور مسائل و احکام کا حل موجود ہے اور ہر معاملہ میں کسی نہ کسی فقیہ اور عالم کا قول ان کتابوں میں مل سکتا ہے........ وائنا یونیورسٹی کے لاکالج کے پرنسپل پروفیسر شیبر ل نے ۱۹۲۷ء کی قانون کانفرنس میں کہا تھا۔ عالم انسانیت کو یہ فخر حاصل ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے امی ہونے کے باوجود ایسی شریعت تیرہ سو سال پہلے پیش کی کہ اگر اہل مغرب دو ہزار سال کے بعد بھی اس کی اونچی چوٹی پر پہنچ جائیں تو ہم اپنے آپ کو سب سے زیادہ خوش نصیب سمجھیں گے (مجلۃ الازھر)

پروفیسر وہیری نے ایک ترک ادیب کو مخاطب کر کے یہ کہا کہ "تمھاری فقہ اسلامی اس قدر وسیع ہے کہ مجھے تعجب ہوتا ہے کہ تم نے کیوں اپنے ملک اور زمانہ کے موافق احکام اور قانون نظام فقہ اسلامی سے اخذ نہیں کئے"

فرانسیسی پروفیسر لامبیری کی رائے ہے کہ جو کتابیں اسلامی شریعت کے بارے میں لکھی گئی ہیں وہ غیر فانی خزانہ اور لازوال سرچشمہ ہیں جنھیں مسلمانوں کی غفلت اور بے توجہی سے زمانہ نے پوشیدہ کر دیا ہے۔

عظیم خطرہ :۔ احیاء دین کے دعویداروں کا یہ پروپیگنڈہ کہ فقہ کا یہ ذخیرہ اس زمانہ کے ضرورت کے مطابق تھا آج کے دور میں یہ نئے تقاضوں کو پورا نہیں کرتا اس لئے ہمیں براہ راست قرآن و حدیث سے رابطہ پیدا کرنا چاہیئے۔ در اصل ایک عظیم خطرہ کا شگل ہے اگر وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب ہو جائیں تو تصور کیجئے کہ دین کی شکل و صورت کیا ہو گی۔ مذہبی تعلیمات شدید ترین انتشار اور بحران سے دو چار ہو جائینگی۔ نماز، روزہ زکوٰۃ اور حج کی موجودہ شکلیں باقی نہ رہ سکیں گی کہ یہ بھی فقہ کے اسی پرانے ذخیرہ سے وابستہ ہیں۔ غرض کہ دین کا کوئی مسئلہ اپنی جگہ باقی نہ رہ سکے گا۔ پھر ہر شخص براہ راست قرآن و حدیث سے رابطہ پیدا کر لینے کا دعویدار بنے گا اور تجدید دین کی نئی نئی راہیں کھولے گا۔ اور قرآن و حدیث کی نئی نئی تشریح و تعبیر اور تفسیریں ہوں گی اور دینی تعلیمات کی تراش خراش کے لئے من مانے نئے نئے ڈھانچے بنائے جائیں گے جن میں قرآن و حدیث کے نام پر اپنی عقل و ناقص رائے کو دخیل کیا جائے گا ؎

من آنچہ شرط بلاغ است باتو می گویم
تو خواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال

خانقاہی روایات کا بقیہ صفحہ ۲۶ سے آگے

غرضیکہ خانقاہی روایات میں ایسے متعدد واقعات ہیں مگر جہاں تک میری محدود معلومات کا تعلق ہے یہ پہلا تاریخی واقعہ ہے کہ کسی قوال پر اس طرح کیفیت طاری ہوئی ہو جو صبر و شکیب کا دامن چھوڑ کر جگر کی زبان میں یہ کہتا ہوا رخصت ہو گیا ہو ؎

جان ہی دیدی جگر نے آج پائے ناز پر
عمر بھر کی بیقراری کو قرار آ ہی گیا

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ایک قوال کے سینے میں بھی دل ہی ہوتا ہے اور اس کا بھی دل کیفیت سے متکیف ہو سکتا ہے۔ مگر اس کے باوجود اس واقعہ کی حیرت انگیزی اس لئے ہے کہ اردگرد کا مجمع کیف و سرور میں جھومنے اور ڈوبنے کے ارادے سے بیٹھتا ہے اور قوال اپنی آواز کے زیر و بم اور لحن داودی کی سحر طرازیوں سے مست و بے خود بنانے کی نیت سے بیٹھتا ہے۔ لیکن آج کا نقشہ ہی بدل گیا جسے زندگی کے ساحل سے ہمکنار رہنا چاہیئے تھا۔ خود وہی موت کے ساگر میں ڈوب کر ابدی نیند سو گیا۔ خود بھی امر ہو گیا اور اس شعر کو زندہ جاوید کر دیا۔

حضرت راز اور ان کی شاعری سے مجھے گہرا تعلق ہے ورنہ میری معروف زندگی کو ایسے مضامین لکھنے کی فرصت کہاں؟

"آفتاب" "جدید" بھوپال ۳۰/ اگست ۱۹۶۹ء اور ۷/ ستمبر ۱۹۶۹ء کے شمارہ میں یہ خبر نظر سے گذری۔ طبیعت متاثر تھی۔ الہ آباد سے بمبئی آتے ہوئے سپرد قلم کر دیا اور راز صاحب کے تعلق سے ایسا ہوتا رہتا ہے۔

راز صاحب کے کلام پر مجید نیازی کی رحلت کو میں تاریخ ساز واقعہ تصور کرتا ہوں ؎

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

فقیہ العصر حضرت علامہ مفتی شریف الحق صاحب امجدی

بابُ الاستفتاء

سوال۔ فاضل بریلوی نے اپنے فتاوی جلد اول میں لکھا ہے کہ حیض و نفاس والی قبل انقطاع دم اگر نہائے تو یہ پانی قابل وضو رہتا ہے۔ کیا فاضل بریلوی کے نزدیک خون حیض و نفاس پاک ہے۔ اس کے علاوہ اس میں یہ بھی ہے کہ اگر بے وضو کا ہاتھ پانی میں پڑ جائے تو پانی وضو کے قابل نہیں رہتا۔ کیا فاضل بریلوی کی یہ انوکھی تحقیق ہے کہ حیض و نفاس والی عورت سے بھی زیادہ گندا بے وضو ہے۔ جب کہ وضو پر غسل نہیں اور حیض و نفاس والی پر غسل واجب ہے۔ بے وضو عورت سے جماع جائز مگر حیض و نفاس والی سے جماع حرام بے وضو مسجد میں جا سکتا ہے مگر حیض و نفاس والی عورت نہیں جا سکتی۔ بے وضو، زبانی قرآن مجید پڑھتا ہے۔ مگر حیض و نفاس والی نہیں پڑھ سکتی ــ سائل عبداللہ متعلم مدرسہ مطلع العلوم وارانسی۔

جواب۔ یہ صحیح ہے کہ یہ مسئلہ فتاوی رضویہ جلد اول میں مذکور ہے اور ایک جگہ نہیں تین تین جگہ ہے آپ بھی طالب علم ہیں آپ کے اساتذہ اگر غیر مقلد نیچری مودودی قادیانی رافضی نہیں حنفی ہیں۔ یا کم از کم حنفی ہونے کے مدعی ہیں تو ان کی طرف رجوع کرنا لازم تھا۔ وہ آپ کی تسلی کر دیتے۔ اس لئے کہ حنفی کہنے کی لاج تو ان کو بھی رکھنی چاہیئے۔ اور اگر بالفرض وہ اس کے جواب سے عاجز ہیں۔ یا اس بنا پر کہ مذہب حنفی کا یہ متفق علیہ مسئلہ فتاوی رضویہ میں مذکور ہو گیا۔ اسے وہ لوگ غلط جانتے ہیں۔ تو آپ کو لازم تھا کہ سوال میں اس کی وضاحت کر دیتے کہ میں اور میرے اسا[تذہ] اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی عداوت میں اتنے آ[گے] ہیں کہ ان کی کہی ہوئی ہر بات کو غلط جانتے ہیں۔ تو پھر ج[واب] ذرا مزید اوا ہوتا۔ لیکن ہم کو آپ کا کما حقہ تعارف حاص[ل] نہیں۔ اور نہ مطلع العلوم سے واقف ہیں کہ یہ کہاں [ہے] اور کس مذہب کا مدرسہ ہے اس لئے آپ کی تسکین کے [لئے] صرف جواب حاضر ہے۔

فتاوی رضویہ میں یہ مسئلہ تین جگہ ہے۔ ص ۲۶۲ ص[...] ص ۲۵۶۔ فتاوی رضویہ میں یہ مسئلہ کہاں سے لیا گیا ہے [اس] کا حوالہ ص ۲۶۳ و ص ۲۶۷ پر موجود ہے۔ ص ۲۶۳ پر فرمایا۔

والمسئلۃ فی الخانیۃ والخلاصۃ والبحر وغی[رھا]

یہ مسئلہ فتاوی خانیہ، خلاصہ اور بحر میں ہے ان کے عل[اوہ] اور بھی کتابوں میں ہے۔ ص ۲۶۳ پر فرمایا۔

کما فی قاضی خاں والخلاصۃ،

جیسا کہ قاضی خاں اور خلاصہ میں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آ[پ] کو کسی نے بہکانے کے لئے یہ مسئلہ بتایا ہے۔ ورنہ اگر [آپ] نے خود فتاوی رضویہ میں دیکھا ہوتا تو مذکورہ بالا کتابیں دیکھ کر خود اطمینان کر لیتے۔ اطمینان نہ ہوتا تو اپنے اسا[تذہ] سے اگر وہ حنفی ہوں تو اطمینان کر لیتے ــــ طالب حق کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ مگر آپ کے اطم[ینان] مزید کے لئے اتنا اور اضافہ ہے کہ یہ مسئلہ غنیہ شامی [میں] بھی موجود ہے ــــ اگر آپ کو ان کتابوں

یہ مسئلہ تلاش کرنے میں زحمت ہو تو لیجئے صفحات حاضر ہیں۔
غنیہ مطبوعہ مصر ص۱۶۳ شامی مطبوعہ نعمانیہ ص۱۳۵،
البحرالرائق ص۱۰۳ جلد ا پر موجود ہے۔
آپ کی آسانی کے لئے البحرالرائق کی عبارت نقل کر دیتا
ہوں ـــ وکذا حکم الحائض والنفساء اذا انزلا
بعد الانقطاع۔ اما قبل الانقطاع ولیس علیٰ
اعضائہما نجاسۃ فانہا کالطاہر اذا انغمس للتبرد لانہا
لا تخرج من الحیض بھذا الوقوع فلا یصیر الماء
مستعملا کذا فی فتاوی قاضی خان والخلاصۃ
اور اگر حیض و نفاس والی حیض و نفاس ختم ہونے کے بعد
کنوئیں میں جائے تو پانی مستعمل ہو جائے گا۔ لیکن اگر حیض
و نفاس ختم ہونے کے پہلے ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے
غوطہ لگائے۔ اور اس کے جسم پر کوئی نجاست نہ ہو تو
وہ پانی مستعمل نہ ہوگا۔ خون بند ہونے سے پہلے یہ دونوں
اس بارے میں پاک کے مثل ہیں اس لئے کہ پانی میں گرنے سے
حیض و نفاس سے باہر نہ ہوگی۔

ایک حنفی کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ البتہ اگر آپ اور آپ
کے اساتذہ حنفی نہیں یا کبھی تھے۔ اب حقیقت سے مرتد ہو کر
غیر مقلد وغیرہ ہو گئے ہیں۔ تو آپ کی تسکین کے لئے آپ پر حجت
تام کرنے کے لئے اس مسئلہ کی تفصیل مزید معروض ہے۔

یہ جزئیہ اس پر مبنی ہے کہ ماء مستعمل کی کیا تعریف ہے
اور پانی کب مستعمل ہوتا ہے۔ ماء مستعمل کی تعریف قدوری
تک میں یہ ہے۔ ماء ازیل بہ حدث اذا استعمل
فی البدن علی وجہ القربۃ
مستعمل وہ پانی ہے جس سے حدث دور کیا جائے یا جسے
ثواب کے طور پر بدن میں استعمال کیا جائے۔
اس کی تین شق ہے۔ صرف حدث دور ہو ثواب نہ ہو۔
صرف ثواب ہو حدث دور نہ ہو۔ ثواب بھی ہو اور حدث
بھی دور ہو۔ پہلے کی مثال جیسے بے وضو نے بلانیت
وضو کیا جنب نے بلانیت غسل کیا۔ حدث دور ہو گیا مگر
ثواب نہ ملا۔ دوسرے کی مثال جیسے باوضو نیت کر کے
وضو کرے۔ پاک انسان جمعہ وغیرہ کے دن بہ نیت سنت
غسل کرے۔ حدث تھا ہی نہیں کہ دور ہو۔ مگر ان دونوں
صورتوں میں ثواب ضرور ملا۔

تیسرے کی مثال۔ بے وضو نیت کر کے وضو کرے
جنب نیت کر کے غسل کرے۔ حدث بھی دور ہوا اور
ثواب بھی ملا۔ ان تینوں صورتوں میں پانی مستعمل ہو گیا
اس کی جزئیات بے شمار ہیں۔ انھیں میں یہ بھی ہے۔
ایک شخص باوضو ہے۔ ٹھنڈک حاصل کرنے کیلئے
ہاتھ منہ دھوتا ہے۔ تو پانی مستعمل نہ ہوگا۔ ایک شخص جنب
نہیں پاک ہے اس پر غسل فرض نہیں اور باوضو ہے۔
ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے نہاتا ہے۔ تو پانی مستعمل
نہ ہوگا۔ کیوں؟
اس وجہ سے کہ اس صورت میں حدث نہیں کہ دور ہو اور
کوئی ایسی نیت نہیں جو موجب ثواب ہو تو اس پانی سے نہ حدث
دور ہوا اور نہ یہ بطور ثواب استعمال کیا گیا۔ اس لئے
مستعمل نہ ہوگا۔

اب آپ خود ہی بتایئے کہ حیض و نفاس کے خون منقطع
ہونے سے پہلے حائضہ نفساء نے ٹھنڈک حاصل کرنے
کے لئے پانی میں غوطہ لگایا۔ تو کیا اس کا حدث دور ہوا؟
ادنیٰ سا علم رکھنے والا جانتا ہے کہ ان دونوں کا حدث
نہیں دور ہوا ـــ اور چونکہ کسی مسنون یا مستحب غسل
کی نیت بھی نہیں تھی اس لئے یہ ثواب کے لئے بھی نہ ہوا
ٹھنڈا پانی کے مستعمل ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ اس لئے
فقہاء بالاتفاق فرماتے ہیں کہ اس صورت میں پانی مستعمل
نہ ہوگا۔

اس تفصیل سے آپ کا یہ شبہ بھی دور ہو گیا ہوگا کہ کی
بے وضو پانی میں ہاتھ ڈالے تو کیوں پانی مستعمل ہو جاتا ہے

اور حائض و نفساء ڈالیں تو کیوں مستعمل نہیں ہوتا۔ بے وضو نے پانی میں ہاتھ ڈالا تو اس کے ہاتھ کا حدث دور ہو گیا۔ قصداً ہاتھ ڈالے یا بلا قصد بہر صورت حدث دور ہو گا۔ حائض و نفساء نے پانی میں ہاتھ ڈالا تو اس کا حدث نہیں دور ہوا۔ اس لئے پانی مستعمل نہ ہوا۔

رہ گیا بعض فریب کار دیوبندیوں کا یہ کہنا کہ واہ صاحب واہ جب خون جاری ہے اور نہائے گی پانی میں غوطہ لگائے گی تو خون جو نجس ہے پانی میں نہیں ملے گا۔ پھر پانی ناپاک نہ ہو گا۔

قبلہ آپ بھی حنفی بنتے ہیں۔ اس لئے اس مسخرے پن کے جواب کی ذمہ داری آپ کے سر بھی ہے آپ اگر جواب سے عاجز ہیں تو سنیئے۔

الزامی طور پر اس کے جواب میں اتنا کافی ہے کہ یہاں بحث پانی کے پاک یا ناپاک ہونے کی نہیں۔ بحث اس سے ہے کہ پانی مستعمل ہو گا کہ نہیں۔ مار مستعمل کی تعریف سامنے رکھ کر بتاؤ کہ اس صورت میں پانی مستعمل ہو گا۔ کہ نہیں۔ مستعمل ہو گا تو اس پر مار مستعمل کی تعریف چسپاں کرو۔

خون کے پانی میں ملنے سے پانی ناپاک ہوگا یہ مسئلہ یہاں زیر بحث ہے ہی نہیں — وہ تو طے شدہ بات ہے کہ جب بھی پانی میں خون ملے گا پانی کو ناپاک کر دے گا۔ یہاں مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ اس حائض اور نفساء کے بدن پر کوئی نجاست نہ ہو۔ اور پانی میں گھسے تو کیا حکم ہے۔ پانی مستعمل ہو گا کہ نہیں۔ رہ گئی یہ صورت کہ اس کے بدن پر کوئی نجاست ہے یا خون اس طرح جاری ہے کہ کرسف سے بھی نہیں رکتا۔ یا وہ عورت پھوہڑ ہے کرسف استعمال ہی نہیں کرتی اور نہانے میں خون پانی میں مل گیا۔ تو بلاشبہ وہ پانی ناپاک ہے۔ مگر مستعمل پھر بھی نہیں۔ پانی کا مستعمل ہونا اور بات ہے اور اس کا ناپاک ہونا اور بات ہے۔ مثلاً کسی پانی میں شراب پڑ گئی پیشاب پڑ گیا ضرور یہ پانی ناپاک ہے — مگر مستعمل نہیں —

یہ ضروری نہیں کہ حائض و نفساء پانی میں گھسیں تو خون ضرور پانی میں ملے۔ اس لئے کہ عورتیں ان ایام میں کرسف استعمال کرتی ہیں۔ جس سے خون اندر رہتا ہے باہر نہیں آتا۔ دوسرے یہ کہ انقطاع دم سے مراد حکمی انقطاع ہے، ایام حیض میں عورتوں کو ہر وقت خون نہیں آتا۔ طہر متخلل مشہور ہے۔ مگر طہر متخلل حکم میں حیض ہی کے ہے۔ طہر متخلل پر قبل انقطاع دم صادق ہے۔ یہ جاہل بتائے اگر طہر متخلل میں کوئی حائضہ نہا لے تو کہاں سے خون پانی میں ملے گا۔

اس کی نظر مسئلہ البیر جحط ہے۔ یعنی ایک جنب کنوئیں میں گھسا۔ اختلاف کثیر کے باوجود مذہب مفتیٰ بہ و مختار یہ ہے۔ کہ اگر ضرورت سے گھسا۔ پانی مستعمل نہ ہوا۔

کیا یہی دجلہ فریبی یہاں نہیں چل سکتی کہ واہ صاحب واہ جنب ہے تو اس کے بدن پر نجاست نہ لگی ہو گی۔ وہ پانی میں نہیں ملے گی۔ پھر بھی وہ کنواں کیسے پاک ہے۔ اور آپ نے حائضہ و نفساء کے سلسلے میں جو ملاہی کی وہ سب جاری۔ یعنی کیا جنب سے بھی زیادہ گندا بے وضو ہے۔ کہ یہ پانی میں ہاتھ ڈال دے تو پانی وضو کے قابل نہیں اور جنب کنوئیں میں گھسے تو لائق وضو —— حالانکہ بے وضو مسجد میں جا سکتا ہے اور جنب نہیں جا سکتا۔ بے وضو زبانی قرآن مجید پڑھ سکتا ہے۔ اور جنب نہیں پڑھ سکتا۔

اخیر میں ہم مولوی خرم علی بلہوری کی غایۃ الاوطار کی عبارت نقل کر دیتے ہیں۔ اس لئے کہ علماء دیوبند کے یہ بہت بڑے معتمد امام ہیں۔ اگر (عورت) قبل انقطاع

بقیہ صفحہ ۳۴ پر

مشتاق احمد نظامی

خانقاہی روایات کا تاریخی واقعہ

۱؎ راز .... اب .... راز نہ رہے
۲؎ مجید نیازی نے اپنی جان دے کر ...... ان کے کلام
کو حیات سرمدی بخش دی۔
۳؎ راز ... کچھ نہ کہتے .... آئندہ کچھ نہ
کہیں ... تب بھی ان کا ایک شعر ان کی شاعری اور ان کا نام
زندہ رکھنے کو کافی ہے۔
۴؎ راز .... کا یہ شعر .... مجید نیازی
.... کے لوح مزار کا نوشتہ تقدیر بن
چکا ہے۔

انہیں دونوں منزلوں کی ہیں حدوں میں کھو گیا ہوں
کبھی روبرو ہے کعبہ کبھی سامنے مدینہ

عندلیب گلشن رسالت حضرت راز الہ آبادی ایک نعت
گو و غزل گو شاعر کی حیثیت سے اٹھے، ابھرے، اور پروان
چڑھے۔ حتیٰ کہ دیکھتے ہی دیکھتے وہ مذہبی جلسوں کی روح اور
معیاری مشاعروں کی جان بن گئے۔ اب ان کی شاعری نہ صرف
یہ کہ دور اول کو ختم کر کے عہد ثانی میں قدم رکھ چکی ہے۔ بلکہ
بڑی سرعت سے اپنے آخری دور کے سرحدی دروازے تک
پہنچ گئی ہے۔

۔ اب راز ملک و بیرون ملک میں ایک ممتاز و کہنہ مشق شاعر کی
حیثیت سے جانے پہچانے جاتے ہیں۔ کم کہتے ہیں مگر اچھا کہتے ہیں
نہیں خواہی نخواہی شعر کہنے کا ہیضہ نہیں۔ اسی لئے وہ اپنی شاعری
میں بھاری بھرکم، ثقیل و غیر مانوس الفاظ کی قے کرنے کے
عادی نہیں بلکہ بلند سے بلند افکار و تخیلات کو سبک و سادہ الفاظ
کی جامہ زیبی سے سنوارنے اور نکھارنے کا فطری ذوق رکھتے
ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا کلام ہر حلقے میں پسند کیا
جاتا ہے۔

جس طرح حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کی یہ معرکۃ الآرا
غزل صدیوں سے صاحب دل صاحب کیف بزرگوں سے داد تحسین حاصل
کر رہی ہے۔ مطلع و مقطع حاضر خدمت ہے۔

نمی دانم چہ منزل بود شب جائیکہ من بودم
بہر سو رقص بسمل بود شب جائیکہ من بودم
خدا خود میر مجلس بود اندر لامکاں خسرو
محمد شمع محفل بود شب جائیکہ من بودم

بس ایسے ہی حضرت راز کی درج ذیل نعت شریف
قوالوں کی زبان زد ہے۔ جس کے چند اشعار ذہن میں محفوظ
ہیں۔

نہ تلاش میکدے کی نہ تلاش جام و مینا
میرے واسطے ہے کافی مرا ساقی مدینہ
میری زندگی کا حاصل میرے واسطے یہی ہے
ترا نام لیکے مرنا ترا نام لے کے جینا
انہیں دونوں منزلوں کی ہیں حدوں میں کھو گیا ہوں
کبھی روبرو ہے کعبہ کبھی سامنے مدینہ
وہ تجھے اگر بلا لیں تو کرم ہے راز ان کا
کہاں تیرے بھاگ ایسے کہاں تو کہاں مدینہ

مجید نیازی بھوپال کے خانقاہی قوال تھے۔ اور محفل سماع میں داز صاحب کی اسی نعت شریف کو پڑھ رہے تھے۔ جب وہ اس شعر پر پہنچے ؎

انہیں دونوں منزلوں کی ہیں حدوں میں کھو گیا ہوں
کبھی رو برو ہے کعبہ، کبھی سامنے مدینہ

تو ان پر کیفیت طاری ہوئی ——— کیفیت تصوف کی زبان میں ایک اصطلاحی لفظ ہے۔ بعض اہل قلم نے تصوف کو بھی گرامر، منطق و فلسفہ، ریاضی و ہندسہ جیسے فنون کی طرح فن کی حیثیت قرار دینے کی کوشش کی ہے۔ مجھے اس سے بحث نہیں کہ وہ اپنے اس موضوع میں کہاں تک کامیاب و ناکام رہے۔ لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ تصوف جب تک اپنے مبادیات و متوسطات کی حدوں میں اپنے مخصوص لفظی مصطلحات یا ریاضت و مجاہدہ اور ذکر و اذکار کی گرفت میں رہتا ہے عام فنون کی طرح وہ بھی ایک نظری و عملی فن ہی معلوم ہوتا ہے مگر جیسے جیسے یہ فن اپنی آخری حدوں کو چھونے لگتا ہے ویسے ویسے الفاظ کے پیراہن اترنے لگتے ہیں اور پھر وہی معنی دلوں کی دھڑکن بن جاتا ہے اب اس کا تعلق نظر و فکر سے نہیں رہتا شاید کہ کبھی کبھار اس کا نام کیفیت ہوتا ہے جسے الفاظ کی گرفت میں نہیں لایا جا سکتا۔ میرے اپنے خیال میں اصل تصوف کی یہی ابجد ہے ہم تو اس کی ابجد بھی نہیں جانتے البتہ منتہی کو منتہی جانئے!

بہر حال یہ ایک حقیقت ہے کہ کیفیت کو الفاظ کی زنجیروں میں جکڑنا انسانی دسترس سے ماوراء ہے ہر چند کہ لغت و ڈکشنری کا سہارا لیا جائے الفاظ کا قافیہ تنگ ہو جائے گا۔ مگر کیفیت کو الفاظ کے بندھن سے باندھا نہیں جا سکتا الفاظ کی حیثیت محض مفہوم کے تعبیر کی ہے جو ذہنوں کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں۔ البتہ وہ الفاظ جو دلوں میں تیر و نشتر بن کے اتر جاتے ہیں۔ وہ کیفیت تو ضرور پیدا کر دیتے ہیں۔ مگر اس کی تفہیم و تعبیر میں ان کا کس بل ڈھیلا ہے چونکہ کیفیت دلوں کی آپ بیتی ہے اس لذت سے وہی آشنا ہے جس کی وہ سرگذشت ہے۔ جس طرح پارس (پتھر) لوہے اور تانبے کو موم بنا دیتا ہے۔ مگر خود ہی پتھر رہتا ہے بس ایسے ہی الفاظ انسان کے دلوں پر کیفیت طاری کر کے متکیف تو بنا دیتے ہیں۔ مگر وہ خود لفظ ہی رہ جاتا ہے۔ اسے کیفیت سے کوئی حصہ نہیں ملتا۔

واضح رہے کہ یہ کیفیت صورت آشنا نہیں دل آشنا ہوتی ہے۔ اس کی آشنائی اور اس کا ربط و ضبط ایسے چوٹ کھائے دل سے ہوتا ہے جسے کسی کے ہجر و وصال نے سوز و گداز اور کیف و سرور کی ایک لازوال و سرمدی دولت ودیعت کر دی ہو جس طرح ایک بنجر زمین کسی دانے کا بار امانت نہیں اٹھا سکتی۔ بس ایسے ہی عشق و محبت اور کیف و سرور ناآشنا دل بھی اقلیم عشق و محبت میں بنجر زمین ہی کی حیثیت رکھتا ہے اگر یہ چند سطریں قابل قبول ہیں تو اسی آئینے میں مجید نیازی کو بھی دیکھنے کی کوشش کیجئے۔

موصوف پر کیفیت طاری ہوئی اور یہ کیفیت اس حد تک بڑھی کہ مجید نیازی نے اپنی جان جاں آفریں کے سپرد کر دی۔ خانقاہی زندگی میں ایسے واقعات چند در چند ملیں گے کہ بہت سے اہل اللہ اور صاحب دل بزرگوں پر کیفیت طاری ہوئی اور واصل بحق ہو گئے مثلاً مولانا محمد حسین الہ آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصال حسب ذیل شعر پر ہوا ؎

گفت قدسی فقیرے در فنا و در بقا،
خود بخود آزاد بودی خود گرفتار آمدی

ایسے ہی سید العارفین حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمۃ و الرضوان کا وصال اس شعر پر ہوا ؎

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جانے دیگر است

اور امام التارکین حضرت سید مخدوم سمنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال اس مصرعہ پر ہوا ؎

یار جانب یار خنداں می رود

بقیہ صفحہ ۲۱ پر

جناب ڈاکٹر منظر بھاگلپوری

انسانیت کے حقیقی علمبردار

اقوام عالم کے اندر رنگ، روپ اور نسل کی تمیز جیسی آج کل ہے۔ ویسی ہی بلکہ اس سے بھی زیادہ ازمنۂ سابقہ میں تھی۔ اگر آج اس خیال کے لوگ موجود ہیں کہ سفید اقوام سیاہ اقوام پر فوقیت و برتری رکھتی ہیں۔ تو گذشتہ زمانہ میں بھی ایسا کہنے والے موجود تھے کہ فلاں قوم خدا کی برگزیدہ ہے اور باقی اقوام راندۂ درگاہ۔ دنیا میں بہت سے مذاہب پیدا ہوئے بہت مصلحین مبعوث ہوئے مگر رنگ و نسل کے جن امتیازات نے نسل انسانی کے اندر فرقہ بندی قائم کر رکھی تھی۔ ان کو مٹانے والا سوائے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی پیدا نہ ہوا۔ اس بیہودگی کو مٹانے کے لئے آواز شاید پہلے بھی بلند ہوئی لیکن عملی لحاظ سے کامیاب عرب کا "امی" نبی ہی ہوا۔

آپ نے دنیا کو بتایا کہ سب اقوام ایک ہی نسل سے ہیں لہٰذا تمام انسان آپس میں بحیثیت انسان مساوی ہیں۔ رنگ و نسل کوئی وجہ امتیاز نہیں۔ خدا کے نزدیک یہ تمام امتیازات بے حقیقت اور بے معنی ہیں۔ صرف پرہیزگاری محبوب ہے مگر اس اصل کی بنیاد رکھنے والے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جنھوں نے تمام باطل امتیازات کو مٹا کر انسان کو مساوی سطح پر لا کھڑا کیا اور پھر باہمی حقوق کے احترام کی تلقین کی۔ تمام بے انصافیوں کی جڑ یہ غیر منصفانہ خیال ہے کہ فلاں قوم فلاں سے افضل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ پیدائش کے لحاظ سے کسی کو کسی پر ذرہ برابر بھی فضیلت نہیں۔ سب قومیں نسل آدم سے ہیں۔ میرے نزدیک تمام اسود و احمر

غزل

ابن تابش

آئے دن بہر دعا ہاتھ اٹھایا کرنا — تنگ ہے ننگ محبت میں تو ایسا کرنا
تاب دیدار ہو تو دید کا دعویٰ کرنا — ورنہ بیکار ہے جلووں کا تقاضا کرنا
لذت درد محبت ہی تو ہے اصل حیات — مسلک عشق میں ہے کفر مداوا کرنا
فطرت حسن ازل ہی سے ستم پیشہ ہے — فطرت عشق ہے ہر ظلم گوارا کرنا
یہ تجاہل یہ تغافل یہ تصنع یہ فریب — ظلم ایجاد کوئی ان کے علاوہ کرنا
دور اندیش کوئی تنگ نظر ہی ہوگا — کام اپنا نہیں اندیشۂ فردا کرنا

ہائے بیچارگیٔ نزع کا عالم تابش
منہ سے کہنا نہیں کچھ آنکھ سے دیکھا کرنا

برابر ہیں۔ میرا رب، رب الیہود یا رب الہنود نہیں۔ بلکہ رب العالمین ہے۔ جو پہلے بھی سب اقوام کی جسمانی و روحانی ربوبیت کرتا رہا اب بھی کرتا ہے اور آئندہ بھی کرتا رہے گا۔ پہلے جسمانی ربوبیت تو ظاہر ہی ہے روحانی ربوبیت میرے ذریعہ کرے گا۔ وہ تمام نسل انسانی کو جو بے شمار نسلوں میں منقسم ہے ایک جھنڈے تلے جمع کرنا چاہتا ہے۔ اس لئے اس نے مجھے تمام دنیا کے لئے نبی بنا کر بھیجا ہے۔

انسان جو خلیفۃ الارض بنا کر بھیجا گیا تھا۔ اس ذلت کو پہنچ چکا تھا۔ کہ اپنے سے حقیر اشیاء کے سامنے سر بسجود ہوتا تھا۔ حجر، شجر، چاند، سورج، ستارے سب اس کے معبود تھے ہوش و خرد جواب دے چکے تھے۔ دنیا حیران تھی کہ انسان کیا سے کیا ہو گیا ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدہوش انسان کو ہوش میں لایا اور اسے تخت خلافت پر بٹھایا جس کا وہ بجا طور پر حقدار تھا۔ آپ نے غافل انسان کو یاد دلایا کہ

اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃ

کا ارشاد خداوندی اس کے حق میں ہے جن بے حقیقت اشیاء کے سامنے وہ سجدے کر رہا ہے۔ وہ سب اس کی خدمت کے لئے ہیں۔

ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا

زمین اور اس کی اشیاء تو ایک طرف رہیں تم وہ برگزیدہ مخلوق ہو کہ فرشتوں تک کو حکم ہوا کہ اسے سجدہ بجا لائیں۔

انسان جہالت سے یہ سمجھتا ہے کہ میری ہدایت کے لئے آسمان سے فرشتے نازل ہوں گے۔ انسان انسان کے لئے رہنما کیوں کر ہو سکتا ہے۔؟ مگر خدا نے بتایا کہ انسان تو بھول میں ہے۔ انسان کی رہنمائی کے لئے فرشتہ کی ضرورت نہیں۔ جب کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کامل انسان موجود ہے۔

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ۔

اے انسان اس کامل انسان کی جانب دیکھ اور پھر کہہ کیا تجھے فرشتہ کی ضرورت ہے۔؟ یہ کامل انسان۔ انسانیت کا درجہ بلند کرنے آیا ہے۔ وہ دکھائے گا کہ انسان کیسی بلند ہستی ہے۔ اور اس کا مرتبہ کس قدر عظیم الشان ہے۔

نسل انسانی کو عملی لحاظ سے باطل کرنے والی وہ بے انصافیاں اور زیادتیاں تھیں جو افراد و اقوام ایک دوسرے سے کرتے تھے۔ حقوق انسانی کا کما حقہ احترام نہ کیا جاتا تھا۔ مثلاً قتل انسان کے مسئلہ کو لیجئے۔ زمانۂ جاہلیت میں اختلاف عقائد کی بنا پر انسان کو قتل کر دینا معمولی سی بات تھی خداوند قدوس کا ارشاد ہے۔

لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ۔

دین کے معاملہ میں کسی قسم کی زبردستی نہ کرنی چاہئے۔ قتل کرنا تو بڑی بات ہے۔ پھر اگر ایک قوم کا کوئی فرد دوسری قوم کی کسی آدمی کو ناجائز طور پر قتل کر دیتا تو تمام قوم قاتل کی حمایت پر کھڑی ہو جاتی تھی۔ اور حقیقت میں انسانی جان کو بے قدر و قیمت سمجھا جاتا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم دی کہ کسی شخص کو ناروا قتل کرنا گویا تمام نسل انسانی کو قتل کرنا ہے۔ قاتل کو مقتول کے ورثا کے حوالے کر دیا جائے تا کہ وہ اپنے کیفر کردار کو پہنچے۔ دشمن قوم کے ساتھ بھی انصاف کرو! ناروا قتل کرنے والوں کو ہرگز پناہ نہ دو۔ غرض ہر طرح حقوق انسانی کا احترام کرنا سکھایا اور حقیقت میں مساوات نسل انسانی قائم رہ ہی نہیں سکتا۔ جب تک کہ حقوق انسانی کا پورا پورا احترام نہ کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے باہمی حقوق پر خاص طور پر زور دیا۔

دور وحشت میں یہ خیال عام تھا کہ عورت بلحاظ انسانیت کمزور درجہ پر ہے۔ بعض اہل مذاہب اسے گناہ کی جڑ (جڑ) قرار دیتے تھے۔ بعض کی جنبہ پروازی انہیں اس نتیجہ پر لے گئی تھی کہ عورت جنت میں داخل ہی نہ ہو گی۔ مسیحی حضرات کا

جناب سرور ہزاروی باغوی

کبھی بدحواس خود تم سے کبھی تم کو منایا تھا
بڑی مشکل سے میں نے یہ نیا انداز پایا تھا

زمیں کا ذرہ ذرہ مدتوں تک جگمگایا تھا
جب اک پیکر میں ڈھل کر خود خدا کا نور آیا تھا

محبت کا امیں ہوں میں عداوت کا میں دشمن ہوں
یہی پیغام لیکر میں بھی اس دنیا میں آیا تھا

شرافت کا وہ نغمہ تھا محبت کا فسانہ تھا
سبھی نے مل کے جس کو اس جہاں میں گنگنایا تھا

کہاں ساقی کہاں ساغر کہاں میخوار تھا سرور
میں جا کر میکدے تک تشنہ لب ہی لوٹ آیا تھا

جناب افضل جائسی

حسن جب عشق کے ماحول میں ڈھل سکتا ہے
موم کیا چیز ہے پتھر بھی پگھل سکتا ہے

مطمئن سا نہیں موج و طلاطم کا سکوت
ایک قطرے سے بھی طوفان ابل سکتا ہے

آشیانے کو مرے آگ لگانے والے
تیرا گھر بھی اسی چنگاری سے جل سکتا ہے

غم دنیا کو سر بزم الٹ دے ساقی
کہیں با ظرف کا پیمانہ ابل سکتا ہے

ایک اجڑے ہوئے شاعر کا قلم اے افضل
گردش وقت کی رفتار بدل سکتا ہے

غزلیں

جناب انتظار غازی پوری

ہاتھوں میں لیکے تیغ و قلم اور نشاں گئے
دنیا میں باوقار رہے ہم جہاں گئے

گل تھے اداس کانٹے بھی کچھ مضمحل سے تھے
ان کے بغیر ہم جو سوئے گلستاں گئے

ایسے گئے کہ باقی نہیں اب نشان تک
جاہ و حشم کے ساتھ وہ اہل نشاں گئے

تنہا کھڑا ہوں منزل دار و رسن کے پاس
دیوانے میرے ساتھ کے جانے کہاں گئے

کیا وقت ہے کہ محفل شعر و سخن کے ساتھ
نازاں ادب تھا جن پہ وہ اہل زباں گئے

منزل پہ انتظار نہ اب تک پہنچ سکے
بن کر اگرچہ گرد رہ کارواں گئے

• سن لو حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے اور میں یہ قسم کہتا ہوں کہ میں کچھ بھی نہیں مگر اس زمانہ میں ہدایت اور نجات موقوف ہے میری اتباع پر " تذکرۃ الرشید حصہ دوم ص۱۷ کی ایک عبارت ۔ ع

اے میں سو جان سے اس طرز تکلم کے نثار
پھر تو فرمایئے کیا آپ نے ارشاد کیا

• " خدا جھوٹ بولنے پر قادر ہے " مولوی اسمٰعیل دہلوی صاحب کا اعلان ــــ مگر جب رشید احمد کی زبان جھوٹ نہیں بول سکتی تو آپ کا خدا کیسے جھوٹ بول سکتا ہے ۔

• " چادر پوشی شرک ہے " ایک دھماکہ ــــ تو پھر آپ چادر کیوں اوڑھتے ہیں ۔ ؟

• " رضاخانی فرقہ تقریباً نصف صدی سے ظہور میں آیا ہے ۔ اس سے پہلے اس کا کوئی نام و نشان نہ تھا " یہ خبر ریڈیو جھوٹستان سے نشر کی جا رہی ہے ۔

• " یہ خیال درست نہیں کہ احمد رضا خاں نے دین اسلام میں ایک نئے فرقے کی بنیاد ڈالی ہے ۔ البتہ یہ درست ہے کہ علماء کی اس جماعت کو عرف عام میں احمد رضا خاں بریلوی سے عقیدت کی بنا پر بریلوی کہا جاتا ہے ۔"
ماہنامہ الحسنات رام پور کے شخصیات نمبر کا اعتراف ۔
ـــ چلئے دیر سے سہی مگر مان تو گئے ۔ افسوس ع

کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ
ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

• " بریلوی طبقہ پیر پرست ہے " ایک خبر ــ بجا ارشاد فرمایا ــ لیکن کیا آپ کو معلوم ہے کہ یہ شعر کس کا ہے ۔ ع

بھرے تھے کعبہ میں بھی پوچھتے گنگوہ کا رستہ
جو رکھتے تھے اپنے سینوں میں ذوق و شوق عرفانی

• " واللہ العظیم مولانا تھانوی کے پاؤں دھو کر پینا نجات کا سبب ہے " تذکرۃ الرشید حصہ اول ص۱۱۳ کی ایک عبارت ـــ ذرا یہ تو بتاؤ اسے پیر پرستی کہا جائے یا شخصیت پرستی ۔ ؟

تم تو ہمیں کو کہتے تھے یہ تم کو کیا ہوا
دیکھو کنول کے پھولوں سے شبنم چھلک نہ جائے

• " میرے دل میں بار بار خیال آتا ہے کہ کاش میں عورت ہوتی تو حضور کے نکاح میں آتی ـــ اس اظہار محبت پر حضرت والا (تھانوی صاحب) غایت درجہ مسرور ہو کر بے اختیار ہنسنے لگے

اور یہ فرماتے ہوئے مسجد کے اندر تشریف لے گئے ۔ یہ آپ کی محبت ہے، ثواب ملے گا، ثواب ملے گا،،۔

ایک مرید کے اظہار تمنا پر مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کا ارشاد گرامی (بحوالہ اشرف السوانح ۔ ج ۲ ص ۲۸)

— سبحان اللہ! کتنی معصوم خواہش ہے اور کیسا پیارا جواب!! ضرور ثواب ملے گا ۔ مگر یہ تو بتایئے دے گا کون ؟

• ،، وہ کیا ہے جو نہیں ملتا خدا سے ؟
جسے تم مانگتے ہو اولیاء سے !

۔ایک سوال۔

تعجب ہے آپ نہیں جانتے ۔ اچھا تو سنیئے ۔ ع
وہ چندہ جو نہیں ملتا خدا سے
جسے تم مانگتے ہو اغنیاء سے

• ،، کوا کھانا حلال ہے ،، ایک انکشاف ـــــ لیکن آپ نے یہ نہیں بتایا کہ ذبح کرنے کی ضرورت بھی ہے کہ نہیں کیا آپ نے وہ شعر نہیں سنا ۔ ع

صبح دم زلفیں نہ یوں بکھرایئے
لوگ دھوکا کھا رہے ہیں شام کا

• ،، محرم کا کھچڑا، شب برات کا حلوہ جائز نہیں،، ـــــ ایک فتویٰ ـــــ مگر جب کوا کھانا حلال ہے تو .... !

• ،، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو علم غیب نہیں ،، ایک اعلان ـــــ تو پھر یہ آیت کس کی شان میں نازل ہوئی ۔

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ ۔

(اور وہ غیب کی باتیں بتانے میں بخیل نہیں ۔)

• ،، مولوی حسین احمد ٹانڈوی نے اپنی کتاب الشہاب ثاقب میں امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کو چھ سو چالیس گالیاں دیں،، ۔ ایک اطلاع ـــــ تو پھر آپ اس کتاب کو گالی نامہ کیوں نہیں کہتے !!؟ ۔

• ،، حضرت مولانا ٹانڈوی اور میاں سید بشیر الدین صاحب حضرت مولانا ٹانڈوی کی سسرال قتال پور ضلع اعظم گڈھ جا رہے تھے ۔ تینوں آدمی گھوڑی پر سوار تھے ۔ گرمی کی شدت سے پریشان تھے ۔ میں نے حضرت مولانا ٹانڈوی سے عرض کیا کہ دھوپ کی شدت سے سخت پریشانی ہے حضرت مولانا خاموش رہے ۔ تھوڑی دیر میں میں نے دیکھا کہ ابر کا ایک ٹکڑا نمودار ہوا اور بڑھتے بڑھتے ہم لوگوں پر سایہ فگن ہو گیا ۔ اور نہایت آرام سے ہم لوگ چلنے لگے ۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ دور سے پانی آ رہا ہے میں نے حضرت ٹانڈوی سے عرض کیا کہ حضرت وہ دھوپ ہی اچھی تھی ۔ اب تو بھیگے ہوئے سسرال پہنچیں گے ۔ حضرت مولانا پھر خاموش رہے ۔ یہاں تک کہ پانی سر پر آ گیا ۔ لیکن خدا کی قدرت پر چاروں طرف پانی برس رہا تھا ۔ گھوڑے پانی پر چل رہے تھے لیکن ہم لوگوں پر پانی کا کوئی قطرہ نہیں پڑ رہا تھا،، ۔

(شیخ الاسلام نمبر ص ۱۶۱) کی ایک دلچسپ حکایت ۔ ارے یہ کیا ۔ ع

اب تو خرد بھی کرتی ہے دیوانگی کی بات
اونچا جنونِ شوق کا معیار دیکھ کر

”حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام گویا کسی شہر میں جامع مسجد کے قریب ایک حجرہ میں تشریف فرما ہیں۔ جامع مسجد کے قریب بوجہ جمعہ مصلیوں کا مجمع بڑا ہے مصلیوں نے فقیر سے فرمائش کی کہ تم حضرت خلیل اللہ سے سفارش کرو کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام مولانا مدنی کو جمعہ پڑھانے کا ارشاد فرمائیں۔ فقیر نے جرأت کر کے عرض کیا کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے مولانا مدنی کو جمعہ پڑھانے کا حکم فرمایا۔ مولانا مدنی نے خطبہ پڑھا۔ اور نماز جمعہ پڑھائی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مولانا کی اقتدا میں نماز جمعہ ادا فرمائی۔ فقیر بھی مقتدیوں میں شامل تھا۔“

الجمعیۃ شیخ الاسلام نمبر کے صفحہ ۱۶۴ کی عبارت۔ شاباش! کیا تیر مارا ہے۔ ؏

قفس نصیب! ابھی بے حسی نے لے ڈوبے
بہار میں بھی نہ تجھ کو چمن کی یاد آئی

اور پھر یاد آتی بھی کیسے۔ ”مولوی محمد قاسم نانوتوی اپنی کتاب تحذیر الناس کے صفحہ ۵ پر پہلے ہی لکھ چکے ہیں:“

”انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں۔ باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے ہیں۔ بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔“

شاید ایسے ہی کسی موقعہ کے لئے کسی شاعر نے کہا ہے۔ ؏

اتنی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ، ذرا بند قبا دیکھ

”تم نے کبھی خدا کو بھی اپنے گلی کوچوں میں چلتے پھرتے دیکھا ہے؟ کبھی خدا کو بھی اس کے عرش عظمت و جلال کے نیچے فانی انسانوں سے فروتنی کرتے دیکھا ہے؟ تم کبھی تصور بھی کر سکے کہ رب العالمین اپنی کبریائیوں پر پردہ ڈال کے تمہارے گھروں میں آ کر رہے گا؟ تم سے ہم کلام ہوگا؟ تمہاری خدمتیں کرے گا؟ نہیں ہرگز نہیں۔ ایسا نہ کبھی ہوا ہے نہ ہوگا۔۔۔ تو پھر میں کیا دیوانہ ہوں۔ مجذوب ہوں کہ بڑ ہانک رہا ہوں۔؟

نہیں بھائیو!

یہ بات نہیں ہے سڑی ہوں نہ سودائی۔ جو کچھ کہہ رہا ہوں سچ ہے۔ مگر سمجھ کا ذرا سا پھیر ہے۔ حقیقت و مجاز کا فرق ہے۔ تو پھر خدارا بتاؤ کہ جن آنکھوں نے گزشتہ کا ٹھے میں مصطفےٰ اس بندے کو دیکھا ہے وہ کیوں نہ کہیں کہ ہم نے خود اللہ بزرگ و برتر کا جلوہ اپنی اسی سرزمین پر دیکھا ہے۔“

مولوی حسین احمد ٹانڈوی کے بارے میں ایک انکشاف (بحوالہ الجمعیۃ شیخ الاسلام نمبر ۵۹)۔

آپ کی تمام باتیں ہیں سنے لغو لسنین۔ بے شک آپ نہ سڑی ہیں نہ سودائی بس سمجھ کا ذرا سا پھیر ہے کبھی کبھی یہ شعر بآواز بلند پڑھ لیا کریں۔ ؏

مقام بندگی پا لے تو تجھ کو بہت پایا
خدا بننے کی دھن میں آدمی شیطان بنا اکثر

تبصرہ کا بقیہ صفحہ ۳۹ سے آگے

کا انداز دل نشین ہے۔ عبارت آرائی و قافیہ پیمائی سے قصداً احتراز کیا گیا ہے قیمت کم اور لکھائی چھپائی صاف ہے۔ البتہ کتابت کی غلطیاں ضرور راہ پا گئی ہیں۔ کتاب مجموعی طور پر بہت ہی مفید اور معلوماتی ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ اہل خیر حضرات اس کتاب کو خرید کر زیادہ سے زیادہ گھروں تک پہنچائیں۔ اور نوجوانوں کی حوصلہ افزائی فرمائیں۔

اسلامک یوتھ ریفارم سوسائٹی کے اراکین کو نشر و اشاعت کا یہ سلسلہ جاری رکھنا چاہئے۔

محمد میکائیل ضیائی سبھاگپوری۔

ہم اور ہمارے اسلاف

تا یہ چنگاری فروغ جاوداں پیدا کرے
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کے قلب و جگر

آج کا دور ترقیاتی دور ہے۔ آج نئی تہذیب، نئے تمدن نئے اخلاق نئے کردار اور جدت پسندی کا زمانہ ہے۔ آج سائنس اپنی ترقی کی اعلیٰ ترین منزل پر پہنچ چکا ہے آج کی زندگی نمود و نمائش کی زندگی ہے آج کا ماحول جدید فیشن اور مغربی رفتار و گفتار میں پرورش پا رہا ہے۔ اب سے پہلے تو صرف یہی سننے میں آتا تھا کہ سائنس اپنی ایجادات کے بل بوتے پر چاند کی بلند ترین منزل پر فائز ہو چکا ہے۔ اور ہمالہ کی فلک بوس چوٹی پر اپنے قدم جما چکا ہے۔

لیکن آج تو یہ تعجب خیز و حیرت انگیز منظر بھی نگاہوں کے سامنے آرہا ہے۔ کہ اب وہ اپنی طاقت و قوت اور عقل و ہوش سے ایسی مشینیں بھی تیار کر چکا ہے جو ایک ملازم کی حیثیت سے بہ آسانی کام کر سکتی ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی نہ جانے کتنی ایسی مشینیں بنائی جا چکی ہیں جن کو دیکھ کر عقل و خرد اور ہوش و دانائی جواب دینے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ کہ یہ تمام حیرت انگیز انکشافات خدائی دین کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

اسمٰعیل کلیم شفائی

"محمد مصطفےٰ اسم گرامی"

محمد مصطفےٰ ماہِ تمامی
کہ ہے معراج دین ان کی غلامی

لبوں پر ہو انھیں کا نام نامی
یہی ایماں یہی ہے شاد کامی

غریبوں کے وہ ہیں ملجا و ماویٰ
کریمی شان ہے ذاتِ گرامی

فرشتے صف بصف ہیں دست بستہ
کھڑے جبرئیل دیتے ہیں سلامی

شفیع المذنبیں خیر البشر ہیں
محمد مصطفےٰ اسم گرامی

فضائے عرش ہے تیری گذرگاہ
یہ جاہ و حشم یہ عالی مقامی

عطا کرتی ہے رفعت اور عظمت
اے ختم المرسلیں تیری غلامی

تو ہی ہے جان رحمت جان عالم
سلام اے منصب عالی مقامی

امین وحدت و شمع رسالت
اے فخر دیں ہدایت کے پیامی

ادا ہے شرح قرآنِ مقدس
ہے وحدت آفریں شیریں کلامی

امام الانبیاء محبوب داور
ورفعنا لک ذکرک مقامی

کلیم ہم بھی کریں گے نعت گوئی!
بہ طرز رومی و اقبال و جامی

ان ایجادات کو دیکھ کر عام انسانوں کا ذہن خواہ مخواہ
اس کی جانب مبذول ہو جاتا ہے کہ یہ ساری چیزیں کس طرح بنائی
گئی ہیں۔ کاش ہمیں بھی اس کا شعور ہوتا ہم بھی اس طرح کی نئی
چیزوں کو تیار کر سکتے ـــ اور اس کی تلاش و جستجو میں محو ہو جاتے
ہیں۔ جب اس میں کامیابی کی کوئی امید نظر نہیں آتی تو پھر سیاست
کی آڑ لے کر حکومت و سلطنت اور تخت و تاج کے حصول کے
لئے تن من دھن کی بازی لگا کر سر توڑ کوشش و کاوش کرتے
ہیں۔ جب اس میں بھی ناکامی کا قعر عمیق نگاہوں کے سامنے
آتا ہے تو حسرت و یاس کا دامن تھامے اپنے گھروں کی چہار
دیواری میں بیٹھ کر ہی اپنی کامیابی کی کامل ضمانت تصور کرتے
ہیں۔

دوستو! دراصل آج ہم نے اس نئے دور کی نئی رفتار
اور نئے زمانے کی نئی تہذیب اور نئے تمدن کو دیکھ کر اپنے
اسلاف کرام کے مثالی کارناموں کو فراموش کر دیا ہے اور ان
کے طریقہ کار کو اپنانے میں گناہ عظیم تصور کر لیا ہے۔ تاریخ
کے اوراق کو بار بار الٹیے اور دیکھئے تو پتہ چلے گا کہ کیا ہمارے
اسلاف بھی سائنس ہی کی طرح کسی عظیم طاقت و قوت کے پیچھے
دوڑتے تھے؟ یا حکومت و سلطنت کو اپنانے کے لئے دروغ
گوئی و لاف بیانی کا سہارا لیا کرتے تھے؟؟ للہ اپنے ذہن
و فکر کے نہاں خانہ میں عقل و دانائی اور فہم و فراست کا دیپ
جلا کر سوچئے کہ کہاں ان اسلاف کرام کے اعلیٰ کارنامے اور
کہاں ہماری پستی و ناکامی۔

کہاں اُن کی زندگی احکام اسلام کے سانچے میں ڈھلی ہوئی اور
کہاں ہماری زندگی مغربی شان و شوکت کے پیرو۔

واللہ! اسلاف کرام کی زندگی سے ہماری زندگی کا
کوسوں دور کا بھی کوئی تعلق اور لگاؤ نہیں ہے اگر ہماری
زندگی کو ان کی زندگی سے نام کی بھی کوئی وابستگی ہوتی۔ تو
ذلت و خواری، شکست و ناکامی کے قعر عمیق کی بجائے
عزت و عظمت، شوکت و سطوت اور فتح و نصرت کے
اونچے مینار نظر آتے۔

ذرا غور کیجئے! ہم میں اور ان میں اتنا فرق، اتنی تبدیلی
اور اتنے تغیر و تبدل کیوں ہیں ـــ؟

کیا ہم میں اور ان میں بحیثیت مسلمان کے کوئی فرق
ہے۔؟ کیا ان کا قرآن دوسرا تھا۔ ان کے لئے عبادات کے
طریقے الگ تھے۔ کیا وہ لوگ۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ

کے علاوہ دوسرے کلمہ کے پڑھنے والے تھے۔ کیا ان کے
رہنما دوسرے تھے ـــ؟؟ نہیں ہرگز نہیں۔ معاذ اللہ
ثم معاذ اللہ!! بلکہ وہ بھی مسلمان ہی تھے اور ہم بھی مسلمان
کے رجسٹر میں اپنا نام درج کرا چکے ہیں۔ عبادات کے جو طریقے ان کے
لئے مقرر تھے۔ وہی ہمارے لئے بھی ہیں۔ جس کلمہ کے ہم لوگ پڑھنے
والے ہیں۔ اسی کا ورد وہ لوگ بھی رکھتے تھے۔ جن کی رہبری میں ان
لوگوں نے اپنا راستہ نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ طے کیا اور
کامیابی و کامرانی کی آخری منزل تک پہنچ گئے۔ بفضل خداوندی
انہیں کی رہنمائی ہمیں بھی حاصل ہے۔ مگر اپنی کم ظرفی اور حرماں
نصیبی کے سہارے محرومیوں اور نامرادیوں کی تاریکیوں میں بھٹک
رہے ہیں ـــ اس کے باوجود آج تک کبھی ہم نے اس کی
طرف توجہ نہیں دی کہ آخر وہ لوگ کیسے تھے ـــ؟ جن کے نعروں
کی گونج سے پہاڑوں کے دل لرز جاتے تھے۔ دولت و حکومت جن
کی لونڈی و غلام تھی۔ عزت و عظمت شوکت و سطوت جن کے
قدموں کی ٹھوکروں سے پامال ہوا کرتی تھی۔ وہی لوگ تو تھے جن کے
بارے میں ڈاکٹر اقبال نے کہا ہے۔ ؎

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

اور ہم کیسے ہیں کہ در بدر عزت و عظمت کی بھیک مانگنے پر
بھی ہمارے کاسۂ گدائی میں کوئی ایک ٹکڑا بھی ڈالنے کو تیار نہیں۔
بلکہ اور ہماری عزت و آبرو پر ڈاکہ ڈالا جا رہا ہے۔ ہر چہار جانب
سے ہمارے اوپر دباؤ ڈالا جا رہا ہے اور ہمیں ہر طرح سے ناکام

بقیہ صفحہ ۳۸ پر

چنانچہ خود اپنے کلام مجید میں خبر دیتا ہے۔

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ

کہ اول گھر کے لوگوں کے لئے بنایا گیا ہے وہ مکہ مبارک ہے۔ جب خداوند تعالٰے نے زمین کو پیدا کیا اور اس کو فرشتوں کا مسکن بنایا تو زمین میں ایک سبز زمرد کا گھر بنایا اسی جگہ میں جہاں اب تک خانہ کعبہ ہے۔ اسی قدر لمبا اور اسی قدر چوڑا۔ اور وہ ایک گوہر تھا۔ کہ اس میں کوئی جوڑ نہ تھا۔ اور فرشتوں کا اس کو قبلہ کیا۔ اس وقت سے حضرت نوح علیہ السلام کے وقت تک خانہ کعبہ تھا۔ جب طوفان آیا تو اس کو خداوند تعالٰے نے اٹھا کر آسمان چہارم میں رکھا۔ جیسے آج زمین میں قبلہ ہے۔ ایسے ہی آسمان میں قبلہ ہے۔ اور نیچے کی ساتویں زمین تک اس کے مقابل میں بھی قبلہ ہے۔ کیا تم کو معلوم نہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت یونس علیہ السلام کنوئیں اور مچھلی کے پیٹ میں بھی نماز خانہ کعبہ کی طرف پڑھتے آگے فرمایا۔

الذی ببکۃ مبارکاً

یعنی البتہ وہ مکہ ہے۔ کہ برکت والا ہے۔ یہاں مکہ سے صحیح روایت میں مراد مکہ سے ہے۔ اور مکہ کی مبارکی اس وجہ سے ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مٹی سے پیدا کیا۔ اور حضرت آدم علیہ السلام کا جلوس خلافت وہاں ہوا اور حضرت آدم علیہ السلام کا تخت بھی کعبہ کی جگہ میں تھا۔ اور تخت کا طول و عرض بھی مکہ کے برابر تھا۔ یا اس وجہ سے مبارک ہے کہ سب گھروں سے بہتر اس میں گھر ہے اور گھر کعبہ ہے۔ یا مبارک اس وجہ سے ہے کہ جو کوئی وہاں مرجاتا ہے۔ اس کو عذاب قبر نہیں دیتا۔ یا اس وجہ سے مبارک ہے کہ جو کوئی مکہ میں جاتا ہے۔ اس کو جذام اور برص نہیں ہوتا۔ اسی طرح حدیث میں آیا ہے۔ یا اس وجہ سے مبارک ہے۔ کہ اول نزول رحمت وہاں ہوتی ہے اور وہاں سے اور اطراف عالم میں پھیلی ہے۔ یا اس وجہ سے مبارک ہے۔ کہ زمین کی پیدائش کے وقت سے قیامت تک ہزاروں انبیاء اور اولیاء اور زہاد و عباد و اوتادوں کا ٹھکانا ہے۔ یا اس وجہ سے ہے کہ اس میں سب طرف نماز پڑھنا درست ہے۔ یا اس وجہ سے مبارک ہے کہ وہاں کی عبادت کا ثواب اور جگہ کی عبادت سے زیادہ ہے آگے فرمایا۔

وَ هُدًى لِّلْعَالَمِيْنَ

کہ راہ نما ہے تمام جہاں والوں کے لئے کہ جو کوئی کرامت اور آیات کا معائنہ کرلے مسلمان ہوجائے۔ جیسے حدیث میں آیا ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی حالت جنابت میں کعبہ پر ہاتھ رکھے گا۔ تو اس کا ہاتھ خشک ہو جائے گا۔ ایک کافر کو آدھی رات کے وقت احتلام ہوا اور اس نے کعبہ کی طرف ہاتھ بڑھا کر چھوا۔ اسی وقت اس کا ہاتھ خشک ہوگیا۔ وہ کافر صبح کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور مسلمان ہوگیا۔ خداوند تعالٰے نے آگے هُدًى لِّلْعَالَمِيْنَ کے فرمایا

فِيْهِ اٰيَاتٌۢ بَيِّنٰتٌ

اس میں ظاہر نشانیاں ہیں۔ یعنی کرامات اور برکات اس کی
ظاہر ہیں۔ ایک ان میں سے یہ ہے کہ کوئی پرندہ اس کے اوپر نہیں گذر
سکتا۔ اگر قصد کرے تو فوراً اجل جاوے۔ دوسرے یہ کہ کوئی درندہ
کسی شکار کے پیچھے ہوتا ہے اور وہ شکار حرم میں بھاگ کر چلا
آوے تو درندہ نہ آسکے اور اگر قصد کرے تو فوراً ہلاک ہو اور
ایسا ہی حال باز کا ہے کہ کبوتر کے پیچھے ہو۔ تیسرے یہ کہ اور جنگل
کے جانوروں کو کوئی بیمار ہو جاوے تو وہ مقابل کعبہ کے کھڑا ہوتا
ہے۔ اور کعبہ کی طرف آتا ہے۔ تو وہ صحت پاتا ہے۔ چوتھے
یہ کہ خانہ کعبہ کے جمال کو دیکھ کر کسی جانور کی طاقت نہیں کہ شکار کرے
پانچویں یہ کہ جو اس کی ہلاکی کے قصد سے آوے وہ خود ہلاک ہو
جاتا ہے۔ جیسے اصحاب فیل۔ چھٹے یہ کہ جنبی خانہ کعبہ کو چھو نہیں
سکتا۔ اور چھووے تو خشک ہو جاوے۔ ساتویں یہ کہ طواف
سے کوئی وقت خالی نہیں ہوتا۔ شیخ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ
نے کہا کہ میں چالیس روز حرم میں معتکف ہوا اور یہ چاہا کہ کسی
وقت خانہ کعبہ کو طواف سے خالی پاؤں مگر نہ پایا۔ آٹھویں یہ کہ
اس کی دوستی سب مسلمانوں کے دل میں جاگزیں ہے۔ اگرچہ
سب نے نہیں دیکھا۔ نویں یہ کہ جس کسی نے اس کو دیکھا اس
کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے۔ دسویں یہ کہ جس کسی نے اس
کی زیارت کی۔ تو صلاحیت اس میں ضرور اثر کرتی ہے۔ گیارہویں
یہ کہ ایک شخص نے چاہا کہ زیارت بیت المقدس کے لئے جاوے۔
دو تین ہزار دینار رکھتا تھا خانہ کعبہ میں ان کا ڈھیر لگا کر چلا گیا
کہ یہاں سے کوئی نہ لے سکے گا۔ ایک چور کو اس حال کی اطلاع
ہوئی اس نے ایک سرنگ کھودی اور اس مال تک اس کو پہنچایا اس
کے سراخ میں سے باہر نکالا اور ہاتھ اس مال کی طرف بڑھایا
خداوند تعالے نے زمین کو حکم دیا کہ تنگ ہو زمین اس قدر تنگ
ہوئی کہ تن سے اس کا سر علیحدہ ہو گیا اور اس مال کے پاس جا پڑا
اور یہ آواز آئی کہ جو کوئی ہمارے گھر میں چوری کی نیت سے
آتا ہے اس کا سر یوں ہی ہلاک ہوتا ہے۔ اس آواز کو مجاوران
کعبہ نے سنا اور کعبہ میں جاکر دیکھا کہ ایک سر کٹا ہوا پڑا ہے

بارہویں یہ کہ ایک شخص خانہ کعبہ میں مشغول بہ کار تھا کہ رات
ہو گئی۔ مجاوروں نے بے جان دروازہ بند کر دیا اور قفل لگا دیا۔
جب آدھی رات ہوئی اس مرد کو حاجت انسانی نے تکلیف دی
ہر چند اس نے مجاوروں کو پکارا کسی نے دروازہ نہ کھولا خانہ
کعبہ کے اندر حاجت انسانی سے فارغ ہوا اور صبح کو باہر آکر بھاگا
جب مجاور اس کے اندر آئے تو انھوں نے ایک تودہ مشک
تیز خوشبو کا دیکھا۔ آواز دی کہ اے مسلمانوں یہاں مشک تیز
کون بھول گیا ہے۔ کسی نے جواب نہ دیا یہاں تک کہ وہ مرد آیا
اور اس نے اپنا قصہ بیان کیا۔ تیرہویں جاہلیت کے زمانہ میں
رخام نام ایک عورت تھی۔ اس کی برابر ایک عقیل شخص تھا۔ کہ
اس کے ساتھ عشق رکھتا تھا۔ ایک رات اس کو حرم کعبہ میں پکڑ
لیا۔ شرم گاہ اس کی شرم گاہ عورت میں لپٹی رہ گئی۔ ہر چند زور
کیا۔ جدا نہ ہوئی صبح کو اسی طرح سب کے سامنے خوار ہوئے۔
اور تین روز تک اسی حالت میں رہے پھر سور ہو گئے۔ چوتھے
روز ہلاک ہو گئے۔ چودہویں یہ کہ ایک شخص نے حالت طواف
میں ایک عورت کی طرف خیانت سے دیکھا۔ اسی وقت اندھا
ہو گیا۔ پندرہویں تمام سردار لوگ مکہ کے خانہ کعبہ میں گئے اور
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں غدر کرتے تھے۔ اور
عہد باندھتے تھے۔ خانہ کعبہ کے ایک کونے سے آواز آئی کہ
ہمارے گھر میں بیٹھ کر ہمارے دوست سے مکر کرتے ہو۔ ہرگز
فتح نہ پاؤ گے۔ سب کے سب بھاگ گئے۔ سولھویں ایک شخص
کو چوری کی تہمت لگا کر پکڑا۔ اس نے کہا کہ میں کعبہ کی قسم کھا لوں تو
خصم نے اس امر کو قبول کیا۔ جوں ہی اس نے ہاتھ پھیلایا اسی
وقت اس کا ہاتھ خشک ہو گیا۔ سترہویں یہ کہ جس قدر لوگ
جمع ہوں وہ سب کے سب اس میں سما جاتے ہیں۔ اٹھارہویں
یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی خانہ کعبہ کی
طرف دیکھتا ہے تو اس کی آنکھ کی بینائی زیادہ ہوتی ہے۔
انیسویں یہ کہ جو کوئی خاک خانہ کعبہ کو اپنے اوپر ملے
تو ہر بیماری سے صحت پا دے۔ بیسویں یہ کہ ایک روز ابوجہل

اپنے غلام پر غصہ ہوا اور اس کے پیچھے دوڑا وہ غلام کعبہ کے اندر چلا آیا ابوجہل بھی اس کے پیچھے پیچھے چلا گیا۔ اسی وقت اندھا ہوگیا تھوڑی خاک کعبہ کی آنکھ میں ڈالی اسی وقت بینا ہوگیا۔ ایسے ہی یہ کہ نوشیروان عادل بزرجمہر پر خفا ہوا۔ اور اس کو مکہ میں قید کیا ایک رات بزرجمہر کوٹھے پر کھڑا تھا کہ آسمان سے ایک روشنی دیکھی کہ خانہ کعبہ پر اترتی ہے۔

دعا کی خداوند بہ برکت اس خانہ کعبہ کے مجھکو خلاصی عنایت فرما۔ ابھی آفتاب نہیں نکلا تھا۔ کہ نوشیروان کو دروازے کے سامنے کھڑا دیکھا اور خلاصی پائی اسی وقت دل میں خدائے تعالیٰ پر ایمان لایا۔

نشانیاں خانہ کعبہ کی بہت ہیں مگر تھوڑی سی مختصر لکھی گئیں آگے فرمایا۔

مَقَامُ اِبْرَاهِيْمَ

ایک مقام ابراہیم ہے چونکہ آخری عمارت حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے وقت سے ہے۔ اس لئے اضافت ان کی طرف ہوئی کہتے ہیں کہ کعبہ کی، بار عمارت ہوئی ایک دفعہ بیت المعمور بنا۔ دوسری بار حضرت نوح علیہ السلام نے بعد طوفان کے بنایا۔ تیسری بار یلدر کافر نے بت خانہ بنایا۔ چند اینٹیں اس میں حرام جگہ سے لگادی تھیں۔ حق تعالیٰ نے زمین کو ہلادیا۔ اور خانہ کعبہ کو خراب کر دیا۔ چوتھی مرتبہ یلدر کے بیٹے شمعون نے بنایا۔

پانچویں مرتبہ حضرت داؤد علیہ السلام نے کچھ بنایا تھا۔ چھٹی مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی کچھ عمارت بنائی تھی۔ ساتویں مرتبہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور بی بی ہاجرہ نے بنایا۔ جب پورا بنا چکے تو حکم ہوا کہ اے خلیل یہ پکار دو کہ اے اللہ کے بندو میں نے بیت اللہ کی عمارت کردی آؤ اس کی زیارت کرو عرض کیا خداوندا میری آواز کہاں تک جاوے گی۔ حکم ہوا کہ تم آواز کرو ہم اس کو پہنچا دیں گے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آواز کی۔ اللہ جل جلالہٗ نے ان کی آواز کو باپوں کی پیٹھوں اور ماؤں کے پیٹوں میں پہنچایا۔ جس نے کہ لبیک کہا اس کو حج نصیب ہوا۔ اور جس نے دوبارہ کہا اس کو دوبارہ حج نصیب ہوا اور جو چپ رہا اس کو حج نصیب نہ ہوا۔ آگے فرمایا۔

وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا

اور جو شخص اس میں داخل ہوا وہ بے خوف ہوا۔ مفسرین نے یہ معنی کہے ہیں۔ کہ رہزنی اور قتل سے بے خوف ہوا۔ اگر کوئی قاتل یا چور آئے تو اس کو مدت تمام مکہ میں قتل و قطع نہ کرے ہمارے نزدیک یہ معنی ہیں۔ کہ جب تک اس کے اندر سے کھانا پانی پہنچے اور بعد وہاں کے آنے سے تکلیف نہ ہو اور بعضوں کے نزدیک یہ معنی ہیں کہ جذام اور برص سے بے خوف ہوا۔ اور بعضوں کے نزدیک یہ معنی ہیں کہ دوزخ سے بے خوف ہو۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے۔

مَنْ دَخَلَ الْكَعْبَةَ اٰمِنَ۔

کہ جو شخص کعبہ میں داخل ہو تو دوزخ سے بے خوف ہوا۔ آگے فرمایا۔

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ

یعنی اللہ کے واسطے حج کرنا خانہ کعبہ پر لوگوں کا ضروری ہے یعنی حج کا قصد کرو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ کجاوے کسو سفر کے لئے مگر تین مسجدوں کے واسطے ایک مسجد حرام اور دوسری میری مسجد تیسری مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس کے یہ سفر سب سفروں سے بہتر ہیں۔ اور حدیث میں ہے کہ جو کوئی خانہ کعبہ کے سفر میں تھک جائے اور اس سے دلگیر نہ ہو تو خداوند تعالیٰ فرشتوں سے فخر کر کے فرماتا ہے۔ کہ دیکھو میرے بندے کی طرف کہ اس نے اپنا گھر اور اولاد چھوڑ کر کمر چست میرے گھر کے لئے باندھی ہے۔

اور راہ میں تھک گیا ہے اور اس کا اشتیاق کم نہیں ہے تم گواہ رہو کہ میں اس سے خوش ہوں۔ اور اس کو بہشت میں پہنچاؤں گا۔ کعبہ کا قصد خاص خدا تعالیٰ کے لئے کرنا چاہیئے کیونکہ لفظ حدیث کے یہ ہیں — مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ۔

کہ جو اللہ کے لئے حج کرے اور اگر بہ نیت تجارت کے جاوے اور حج کرے تو فرضیت حج کی ساقط ہو جاوے گی۔ مگر اس قدر ثواب نہیں پاوے گا۔ جس میں نیت خالص اللہ کے لئے ہو دکھلاوے اور شنوائی سے دور ہو تاکہ اس کی محنت ضائع نہ جاوے۔ اور راستہ میں فسق و فجور سے پرہیز کرے اور توبہ درست کرے۔ اور بعد احرام باندھنے کے عورت سے دور رہے کہ لفظ حدیث کے یوں ہیں۔

لَمْ یَرْفُثْ وَلَمْ یَفْسُقْ

کہ نہ خواہش عورت کی کرے اور نہ گناہ کرے رفث کہتے ہیں۔ جماع کو اور چھونے اور بوسے کو اور فسق آشکارا گناہ کو کہتے ہیں۔ آگے فرمایا۔

مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلاً

یعنی جو شخص راہ کے خرچ کی طاقت رکھے۔ حج کے واجب ہونے کے لئے شرط ہے اور وہ شرطیہ ہے

اور سواری اور بال بچوں کے لئے روزی اس قدر ہونا چاہیئے کہ اس کی مدت آمد و رفت تک کو کافی ہو۔ اور راستہ کا امن حج کا واجب ہونا فوراً ہے۔ نہ دیر کر یعنی اگر مال ہو تو فوراً حج کرے اس کے بعد اگر مال جاتا رہے گا۔ تو فرضیت حج کی ساقط نہ ہوگی۔ یہ مذہب ہمارا ہے۔ لیکن امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جسم کا صحیح و سالم ہونا شرط ہے اور کوئی شرط نہیں ہے۔ آگے فرمایا۔

وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعَالَمِیْنَ

جو کوئی کفر کرے یعنی حج نہ کرے تو خداوند تعالےٰ سب جہانوں سے بے پرواہ ہے یہاں مراد کفر سے کفران نعمت ہے۔ نہ اصل کفر یعنی۔ اے بندہ میں نے تجھکو تندرستی اور مال دیا۔ اور حکم کیا کہ زیارت خانہ کعبہ کر لیکن باوجود قدرت تو زیارت نہیں کرتا تو بے شک کفران نعمت کرتا ہے اور یہی معنی ہیں۔ اس آیت میں۔

لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ وَلَئِنْ کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ۔

کہ تم شکر کروگے تو میں تم کو زیادہ دوں گا۔ اور اگر کفر کروگے تو میرا عذاب سخت ہے۔ اس کفر سے بھی کفران نعمت مراد ہے۔ اے مسلمانوں شرم کی بات ہے کہ خداوند تعالےٰ حج کے نہ جانے کو لفظ کفر سے یاد کرتا ہے اور اگر جاؤ تو بہت ثواب پاؤ اور اگر نہ جاؤ تو کوئی اس کا نقصان نہیں کہ وہ سب عالم کی برائیوں سے بے پرواہ ہے۔ جس کی دلیل آیت سابق میں ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعَالَمِیْنَ۔

خداوند تعالےٰ ہم کو اور تم کو نفع پہنچاوے۔

بقیہ "ہم اور ہمارے اسلاف" صفحہ ۳۴ سے آگے

کرنے کا عمل جاری ہے۔

یہ بالکل حقیقت ہے کہ جب سے ہم نے خدائے واحد کی بارگاہ پرو قار میں اپنا سر نیاز جھکانا چھوڑ دیا ہے اسی وقت سے ہم دنیا کی طاقت و قوت کے آگے اپنا سر جھکانے پر مجبور ہو گئے اور جب سے معبود حقیقی کے دربار میں جانے سے اپنا منہ موڑ لیا ہے اسی وقت سے ہماری کامیابی و کامرانی بھی ہم سے برگشتہ ہو گئی ہے۔

آخر اے مسلمانو! کب تک ہم اور آپ اسی طرح خواب غفلت میں محو ہو کر کاہل و بزدل بن کر اپنی زندگی گذاریں گے۔

خدارا اب بھی اپنے اسلاف کرام کی مبارک و معروف کتاب زندگی کے ورق الٹو اور ان کے نقش قدم کو اپناؤ ——!
واللہ العظیم۔ اگر آج بھی اپنا رشتہ خدا اور رسول سے جوڑ لیں اور دنیا کے قید و بند سے الگ تھلگ ہو کر احکام الٰہیہ کے پورے پابند ہو جائیں۔ تو انشاء اللہ العزیز وہ دن دور نہیں کہ کامیابی و کامرانی ہنستے مسکراتے ہمارے قدموں تلے آلگے گی۔ اور خداوند قدوس اپنی غیبی امداد کے ذریعہ ہمیں ہر محاذ پر فتح و نصرت سے ہم کنار کرے گا۔

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

ادارہ

ہماری خبریں

علامہ ارشد القادری کی افسوسناک گرفتاری

جمشید پور کے حالیہ فساد میں حضرت مولانا ارشد القادری صاحب کی گرفتاری سے سبھی مسلمانوں کو حد درجہ افسوس اور نہایت اضطراب و بے چینی ہے۔ کہ جو شخص تین ہزار مظلوموں کی زندگی کا سہارا تھا اسے نائب وزیراعظم ہند مسٹر دائی بی چوان سے ایک ملاقات کے بعد غیر متوقع طور پر اشتعال انگیزی کے بے بنیاد جرم میں ملوث کرکے اب تک قید و بند کی صعوبتوں سے کیوں کر دوچار کیا جا رہا ہے۔

سابق وزیراعلیٰ بہار مسٹر جگن ناتھ مشر اصدر آئی کانگریس بہار نے گرفتاری کے بعد ہی اپنے غم و غصہ کا اظہار کرتے ہوئے کہا اگر مولانا ارشد القادری کو فوراً باعزت رہا نہ کیا گیا تو پورے بہار میں رہائی کی زبردست تحریک چلائی جائیگی۔ اسی طرح مسٹر راج نارائن چیرمین جنتا ایس نے خود جمشید پور جاکے اپنا بیان دیا اور مسلمانان اہلسنت دار العلوم اشرفیہ مبارکپور نے صدر جمہوریۂ ہند، وزیراعظم ہند، وزیراعلیٰ بہار، ڈی، ایم جمشید پور سے بذریعہ ٹیلیگرام رہائی کا مطالبہ کیا گیا اس کے علاوہ ملک کے بہت سے مقتدر علماء و دانشور اور سیاسی لیڈروں نے اپنے بیانات دیئے احتجاجی مراسلات شائع کرائے اس کے باوجود صوبائی اور مقامی حکام نے نہ کوئی توجہ دی نہ ہی کسی طرح کی مولانا کو صفائی کا موقعہ دیا گیا اور نہ کوئی معقول کارروائی عمل میں آئی ـــــــ ہم حکومت وقت پر واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ حضرت مولانا ارشد القادری صاحب ہندوستان کے زبردست عالم اور ایک مقتدر مذہبی رہنما ہیں ـــ اسلئے ہمارے جذبات کا احساس کرتے ہوئے مولانا کو فوراً باعزت رہا کیا جائے اور فرقہ پرستی کی لعنت سے ملک کو محفوظ رکھا جائے

محمد شفیع اعظمی
ناظم اشرفیہ مبارکپور

باب الاستفتار کا بقیہ صفحہ ۲۴ سے آگے

(حیض و نفاس) کنوئیں میں جائے۔ بشرطیکہ اس کے اعضاء پر نجاست نہ ہو تو عورت اور پانی دونوں طاہر کے مانند ہیں اس واسطے کہ وہ خارج نہیں ہوئی حیض و نفاس سے،، تو پانی مستعمل نہ ہوگا ص ۲۳ جلد ۱۔

اور تابہ خانہ بابدر سانید کے لئے معروض۔ ماء مستعمل کا استعمال ممنوع۔ حائضہ نفساء حالت حیض میں قبل انقطاع دم اگر آٹا گوندھے روٹی پکائے تو اس روٹی کا کھانا ممنوع ہے یا نہیں۔

بقول آپ کے اس کے ہاتھ سے جو پانی لگا وہ مستعمل اور وہی مستعمل پانی آٹے میں ملا۔ تو روٹی کا کھانا کیوں ممنوع نہیں۔ اگر آپ غیر مقلد ہیں تو بتایئے۔ حدیث ان حیضتک لیست فی یدک۔ تیرا حیض تیرے ہاتھ میں نہیں، کا کیا مطلب۔؟